جلد ۱

۱۸ جون تا ۲۴ جون ۸۲ء

۲۵ شعبان تا یکم رمضان ۱۴۰۲ھ

شمارہ ۴

ہفت روزہ
ختم نبوت
مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان
کراچی

فاضل رشیدی

دعا و دعوت الرشید

تیرا فیض ہے عام دنیا پہ ساقی
شراب حقیقت سے سرشار کر دے

محبت سے، غیرت سے کر، ہم کو واقف
تو خوابیدہ مسلم کو بیدار کر دے

مسلمان، تو بت شکن ہے ازل سے
بت قادیاں کو بھی مسمار کر دے

تو ختم نبوت کا اقرار کر لے،
بروزی برازی سے انکار کر دے

تو کر غرق ان کمتر نبیوں کا بیڑا
مگر بیڑا اسلام کا پار کر دے

مقابل خلیفہ کے جور و ستم ہیں
نگاہ مسلمان کو تلوار کر دے

الٰہی مسلماں کو دیں کا رضا کار کر دے

دل و جان سے اغیار و احرار کر دے،

خطوط

رائے آپ کی

للہ الحمد بر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

"ختم نبوت" پر چودہ سو سال سے ایسا اجماع اور عالم اسلام کا ایسا اتفاق کہ ختم نبوت میں کوئی اختلاف ندارد و اسلئے "کہ ختم نبوت کے بغیر اسلام ندارد" ختم نبوت پر ہمارا ایمان و حرزِ جان ہے۔ ختم نبوت اساسِ دین ہے۔ ختم نبوت کا منکر کافر، دائرہ اسلام سے خارج۔ اور جو پہلے مسلمان ہو۔ اور حضور ختم المرسلین خاتم النبیین کے بعد کسی شخص کو نبی رسول، یا مسیح موعود مانے وہ مرتد واجب القتل ہے۔ الا ابن مریم۔

۵۳ سال کے انتظار کے بعد بحمد اللہ جریدۂ ختم نبوت منصۂ شہود پر آیا۔ "ختم نبوت" کے اجراء سے فتنۂ دجال کے قصرِ خلافت میں زلزلہ آئے گا۔ اور اہل حق مسرور!

انشاء اللہ مسیح الدجال کا قلع قمع اور احقاق حق و ابطال باطل ہوگا۔ ختم نبوت کا اہم مسئلہ اسوقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ اور ایسا بنیادی عقیدہ جس کی حفاظت پوری امت پر واجب ہے۔ انشاء اللہ حضرت شاہ جی قدس سرہٗ علامہ سید بنوری، مولانا جالندھری مرحوم، قاضی احسان احمد مغفور، مولانا لال حسین اختر کی ارواح فرحاں و شاداں ہوں گی۔ "مجلس تحفظ ختم نبوت" خصوصاً کارکنان مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی قابل صد مبارکباد کہ انہوں نے اپنا فریضہ سر انجام دیا۔ علماء کراچی کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ کریم اس فتنہ کو قلع قمع کرنے کے لئے پوری ملت کو جمع کر دے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

خادم ختم نبوت۔ فاضل رشیدی الحسینی
مدیر جامعہ رشیدیہ ساہیوال۔

ختم نبوت ۴

محترم جناب عبد الرحمٰن صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

باعث تحریر یہ ہے کہ "ختم نبوت" کا پہلا شمارہ موصول ہوا مضامین میں پاکیزگی اور کتابت و طباعت میں نفاست نے ہفت روزہ کو چار چاند لگا دیئے۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے مشورہ پر عمل کیا جائے تو انشاء اللہ العزیز قادیانی فتنہ کے سدباب ہونے کے علاوہ وہ اہل عقل لوگ جو لاعلمی میں مرزائیت سے منسوب ہیں ان کے ہدایات کیلئے دریچے وا ہو جائیں گے اللہ رب العزت اپنے دین متین کی ہر نوع کی خدمت کے لئے ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ اور رسالہ ہذا کو مزید ترقیات سے نوازے۔ اور کارکنان کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

والسلام احقر عبد المتین عفی اللہ عنہ
طارق روڈ ۲۷۴ سی بلاک ۲ کراچی نمبر ۲۹

السلام علیکم و رحمۃ و برکاتہٗ

ہفت روزہ "ختم نبوت" کا نقش اول و ثانی دیکھا ظاہری و باطنی خوبیوں سے مزین اس کے اجراء پر بہت ہی مسرت ہوئی سب سے زیادہ خوشی اس بات پر ہوئی کہ "ختم نبوت" کے نام سے پرچہ کا ڈیکلریشن حاصل ہوا۔ کیونکہ والد مرحوم (حضرت مولانا محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ) جو کہ جماعت کے پرانے خدمت گاروں میں سے تھے انکی دیرینہ خواہش تھی کہ جماعت "ختم نبوت" کے نام سے ہی اپنا پرچہ جاری کرے جو کہ زندگی میں نہ سہی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دی نا کارہ آپ کو اور تمام معاونین کو دل کی گہرائیوں سے اپنی اور جمیع اہل مدرسہ کی جانب سے مبارکباد پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہفت روزہ کو اوج ثریا تک پہنچائے۔

کہ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین۔

فقیر ابو احمد عطاء الرحمان خادم دار العلوم مدنیہ۔
ماڈل ٹاؤن بی بہاول پور۔
نزیل جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی ۹/۸/۲ ہجری

فہرست مضامین

۱ -	ابتدائیہ	۴
۲ -	خصائل نبوی	۸
۳ -	افادات عارفی	۱۰
۴ -	آپ کے مسائل	۱۲
۵ -	تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء	۱۵
۶ -	نزول عیسیٰ	۱۷
۷ -	کاروانِ ختم نبوت	۱۹
۸ -	تعلق مع الرسول	۲۲

شعبۂ کتابت

حافظ عبدالستار واحدی
حافظ گلزار احمد
غلام یٰسین تبسم

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم
سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

مدیر مسئول

عبدالرحمٰن یعقوب باوا

مجلس ادارت

مفتی احمد الرحمان
مولانا محمد یوسف لدھیانوی
ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر
مولانا بدیع الزمان
مولانا منظور احمد الحسینی

مینیجر

علی اصغر چشتی صابری، ایم - اے - ایل - ایل - بی

فی پرچہ :- ڈیڑھ روپیہ

بدل اشتراک

سالانہ ———— ۶۰ روپیہ
ششماہی ———— ۳۵ روپیہ
سہ ماہی ———— ۲۰ روپیہ

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب ———— ۲۱۰ روپیہ
کویت، اومان، شارجہ، دوبئی، اردن اور
شام ———— ۲۲۵ روپیہ
یورپ ———— ۲۹۵ روپیہ
آسٹریلیا، امریکہ، کینیڈا ———— ۲۸۰ روپیہ
افریقہ ———— ۲۱۰ روپیہ
افغانستان، ہندوستان ———— ۱۹۵ روپیہ

رابطہ دفتر

دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ پرانی نمائش کراچی

ناشر :- عبدالرحمٰن یعقوب باوا
طابع :- کلیم الحسن نقوی انجمن پریس، کراچی
مقام اشاعت :- ۲۰/۸ سائرہ مینشن ایم اے جناح روڈ، کراچی

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔

زہد و تقویٰ کا آفتاب غروب ہو گیا

۲۴ مئی ۱۹۸۲ء (پاکستانی مطلع کے مطابق ۲۹ رجب اور سعودی مطلع کے مطابق یکم شعبان ۱۴۰۲ھ کو) بروز دو شنبہ برکت عصر علم و عمل اور زہد و تقویٰ کا آفتاب غروب ہو گیا۔ یعنی ہمارے شیخ قطب الاقطاب برکۃ العصر حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنی ۔ نور اللہ مرقدہٗ و قدس سرہٗ ۔ رحلت فرمائے عالم جاوداں ہوئے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ ان للہ ما اخذ و لہٗ ما اعطیٰ و کل عندہٗ باجل مسمّٰی ۔

کسی ایسی شخصیت کے اوصاف و کمالات کے بارے میں قلم اٹھانا ۔جس کے ساتھ حق تعالیٰ شانہٗ کا خاص اجتبائی معاملہ ہو۔ یوں بھی بہت ہی نازک اور کٹھن مرحلہ ہے ۔ کہ ناواقف قارئین کو مبالغہ آرائی کا گمان گزرتا ہے ۔ اور اہل نظر کو سطحیت کوتاہ بیانی اور مرتبہ ناشناسی کی شکایت رہتی ہے ۔ ادھر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد اس ناکارہ کے ذہن پر جمود و تعطل اور قبض کی ایسی کیفیت طاری ہے کہ احباب اصرار پر اصرار اور تقاضے پر تقاضے کر رہے ہیں کہ کچھ لکھو مگر اپنا حال یہ ہے کہ ۔ شعر ۔

میں خود ہوں کہیں دل ہے کہیں ، ہوش کہیں ۔

لکھنے بیٹھتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ خامہ و قرطاس سے کبھی آشنائی نہ تھی ۔ اس ناکارہ کو کہ ازکم تحریر کے معاملہ کبھی ایسے صبر آزما مرحلہ سے گزرنا نہیں پڑا جس کا تجربہ پہلی بار حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے سلسلہ میں پیش آیا ۔ ان العین تدمع ۔ والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضیٰ ربنا ۔ وانا بفراقک یا شیخ لمحزونون ۔

حق تعالیٰ شانہٗ کی عنایت ازلیہ نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو جن گوناگوں امتیازی اوصاف و کمالات کا جامع بنایا تھا ۔ اور جن کی نظیر گزشتہ صدیوں میں بھی خال ہی خال نظر آتی ہے ۔ بچپن میں آپ کی تعلیم و تربیت بالکل منفرد اور انوکھے انداز سے ہوئی ۔ جس کا اس زمانہ میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔

"الاعتدال فی مراتب الرجال" میں حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں "میری ابتدائی تربیت جن اصولوں کے تحت ہوئی ہے وہ یہ تھے کہ مجھے سترہ برس کی عمر تک نہ کسی سے بولنے کی اجازت تھی۔ نہ بلامعیت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا چچا جان کے کہیں جانے کی اجازت تھی۔ حتیٰ کہ مدرسہ کی جماعت میں سبق بھی ان دو حضرات کے علاوہ کسی مدرس سے پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔ اور اس کی بھی اجازت نہ تھی کہ میں اپنے اکابر کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس میں بھی بلا والد صاحبؒ یا چچا جان صاحب کے ساتھ ہوئے بیٹھ سکوں۔ کہ مبادا میں سبق کی جماعت میں حضرت کی مجلس میں کسی پاس بیٹھنے والے سے کوئی بات کروں، مجھے دو تین آدمیوں کے سوا کسی سے بات کرنے کی اجازت نہ تھی۔ تنہا مکان جانے کی اجازت نہ تھی۔ یہاں تک کہ جماعت کی نماز میں بھی مخصوص حضرات کی زیر نگرانی شرکت کرتا تھا۔ اس دور کی آپ بیتی اگر میں سناؤں تو الف لیلہ بن جائے کہ کس قدر تشدد مجھ پر رہا۔ اور کس قدر سخت قیدیوں کی زندگی گزری۔ مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کے فضل نے مجھے نباہنے کی توفیق عطا فرمائی۔ جس کی برکات میں اب دنیا ہی میں پا رہا ہوں۔"

"آپ بیتی" میں اس نوع کے متعدد واقعات لکھوانے کے بعد حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں۔

"وہ یہ سارے افسانے" خواب ہی ہو گئے۔ اور یہ سارے مراحل والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے وصال سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے ختم ہو گئے۔ اس کے بعد نگرانی گویا ختم ہو گئی۔ والد صاحبؒ کے انتقال سے تقریباً ایک سال پہلے یا اس سے بھی کچھ زائد حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب نور اللہ مرقدہٗ و قدس سرہٗ جن کا شدید اصرار والد صاحبؒ کے بار بار بلانے پر رہتا تھا۔ ان کے خط کے جواب میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے ہی قلم سے تحریر فرمایا۔

اب تک عزیز زکریا کی بیڑی میرے پاؤں میں ایسی زنجیر بنی ہوئی تھی کہ میں اس کی وجہ سے کہیں آجا نہیں سکتا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب اس کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔"

حق تعالیٰ شانہٗ کی کسی بندے پر سب سے بڑی عنایت یہ ہے کہ اسے اپنے کام کے لئے استعمال فرمائے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اس عنایت الٰہیہ کے خاص مورد تھے۔ ان کے دم قدم سے دین کے تین شعبے جن پر دین کی بقا کا مدار ہے، بڑی کامیابی و خوش اسلوبی سے چل رہے تھے۔ ایک دینی علوم کی نشر و اشاعت اور درس و تدریس کا شعبہ۔ (دوسرا دعوت تبلیغ اور تیسرا مجالس ذکر کو زندہ کرنا) حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ دوسرے دونوں شعبوں کی سرپرستی کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ دینی مدارس اور اہل مدارس کی ہر نوع کی سرپرستی فرماتے تھے۔

جن حضرات کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے ذرا بھی قریب ہونے کا موقعہ ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرتؒ دینی مدارس کے فروغ و ترقی اور ان کے استحکام کے لئے کتنے فکر مند رہتے تھے۔ مدا

اور اہل مدارس کے لئے کتنی دعائیں فرماتے تھے، اور ہر مدرسہ کے احوال سے اس طرح باخبر رہتے تھے۔ گویا مدرسہ کے نظم ونسق اور حل و عقد کی تمام تر ذمہ داری حضرتؒ کے کاندھوں پر ہے۔ اہل مدارس کو مشورے دیتے تھے۔ اور مدارس کی خیر و برکت میں مزید اضافے کے لئے تدبیریں ارشاد فرماتے تھے۔ جن ملکوں اور خطوں میں دینی تعلیم کا رواج نہیں تھا وہاں دینی مدارس کے اجراء کی ترغیب دلاتے تھے۔

حضرت شیخؒ کی ایک اہم ترین خصوصیت حدیث نبویؐ سے ان کا عشق و محبت اور غیر معمولی شغف تھا۔ علم حدیث ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے انہیں صرف علم حدیث کی خدمت اور اس کی تشریح و ترجمانی کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں۔

"۱۰ محرم ۱۳۳۲ھ کو ظہر کی نماز کے بعد میری مشکوٰۃ شریف شروع ہوئی۔ والد صاحبؒ نے خود ہی ظہر کی امامت بھی کی تھی کہ اس زمانے میں نماز وہی پڑھایا کرتے تھے۔ اور نماز کے بعد غسل فرمایا اور اس کے بعد اوپر کے کمرے میں جو آج کل مہمان خانہ ہے اور اس زمانہ میں فارسی خانہ تھا۔ اور مدرسہ کے اوقات کے علاوہ میرے والد صاحب اور ہم سب کی گویا رہائش گاہ بھی تھا۔ اس میں اس در کی جانب جو مسجد کی طرف کھلتا ہے۔ اور وہ مدرس اوّل فارسی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ان کا گدا وغیرہ وہاں بچھا رہتا تھا، اس پر کچھ بچھا کر دو رکعت نفل پڑھی۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر مشکوٰۃ شریف کی بسم اللہ اور خطبہ مجھ سے پڑھوایا۔ پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر پندرہ بیس منٹ تک بہت سی دعائیں مانگیں۔ لیکن میں اس وقت ان کی معیت میں صرف ایک ہی دعا کرتا رہا کہ یا اللہ احادیث پاک کا سلسلہ بہت دیر میں شروع ہوا، اس کو مرنے تک اب میرے ساتھ وابستہ رکھئے۔ اللہ جل شانہٗ نے میری ناپاکیوں گندگیوں سیئات کے باوجود (یہ دعا) ایسی قبول فرمائی کہ محرم ۳۲ھ سے رجب ۹۰ھ تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ جس میں حدیث پاک کا مشغلہ نہ رہا ہو۔"

قبولیت ہی کا ثمرہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مدۃ العمر آپ کو اس خدمت میں مشغول رکھا۔ قریباً ساٹھ سالہ تدریس حدیث کے علاوہ بذل المجہود، اوجز المسالک، لامع الدراری، الکوکب الدری، جزء حجۃ الوداع و عمرات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ خصائل نبوی اور فضائل ایسی وقیع کتابیں آپ کے قلم سے نکلیں۔ ان کے علاوہ قریباً اڑتیس کتابوں کی فہرست آپ بیتی میں درج ہے۔ جو علم حدیث سے متعلق ہیں، اور جو ابھی تک غیر مطبوعہ مسودات کی شکل میں ہیں۔ وہ علیحدہ ہیں۔ آخری لمحاتِ حیات میں حضرت مولانا محمد عاقل صاحب زید مجدہم (جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے عزیز داماد اور مظاہر علوم سہارنپور کے صدر مدرس ہیں) حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے حکم سے اور آپ کی نگرانی میں صحیح مسلم کی تقریر پر کام کر رہے تھے، اور روز کا کام عشاء کے بعد حضرت شیخؒ کو سناتے تھے۔ اسی "حدیث یار" کی تکرار میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا پیمانۂ حیات لبریز ہوا۔

علم حدیث میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو ایک امتیاز نصیب ہوا کہ آپؒ کے مرشد و مربی شیخ العالم حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہٗ نے جب مدینہ طیبہ میں مستقل قیام

کا ارادہ فرمایا تو "مظاہر علوم" میں اپنی جگہ تدریس حدیث کی خدمت پر حضرت شیخ رح کو مامور ہوگئے - ان کو "شیخ الحدیث" کے لقب سے سرفراز فرمایا - حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں -

"میری واپسی کے وقت حضرت نے جب عارضی غیبت کے انتظامات کو مکمل فرمایا تو بڑی لمبی تحریر مدرسہ کے انتظامات کے سلسلہ میں حضرت مولانا سید احمد صاحب سے لکھوائی - اس میں اس سیاہ کار کے متعلق دو نمبر لکھوائے، ایک یہ کہ زکریا کو حدیث سے جتنی مناسبت ہے - میں اسے خوب جانتا ہوں؛ اس لئے اس کو مدرسہ کا شیخ الحدیث تجویز کرتا ہوں...... حضرت قدس سرہٗ کی یہ تحریر جب یہاں پہنچی اور حضرات سرپرستان کے یہاں منظوری کے لئے گئی تو اور کون انکار کرتا - حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اس پر ایک اشکال کیا کہ ان سے پہلے کے اکابر مدرسین مولانا ثابت علی صاحب - مولانا عبدالطیف صاحب وغیرہ موجود ہیں - ان کے لئے یہ تفوق موجب تکدر نہ ہو - اس پر غور کر لیا جائے ، حضرت مولانا عاشق الہٰی صاحبؒ نے حضرت تھانویؒ کا یہ اشکال حضرت کو لکھا تو میرے حضرت قدس سرہٗ نے جواب میں لکھا کہ اگر اہل مدرسہ کو من حیث المدرسہ ، مدرسہ کی طرف سے اس میں کوئی تردد ہے تو میں اپنی طرف سے یہ خطاب اس کو دیتا ہوں -

حضرت قدس سرہٗ کی برکت سے اس نے ایسی شہرت پائی کہ نام سے بھی زیادہ مشہور ہو گیا -"

(آپ بیتی)

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی علم حدیث میں مہارت ہی کا نتیجہ تھا کہ اکابر مشائخ حدیث ، علم حدیث کی مشکلات میں آپ سے رجوع کرتے تھے -

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے زہد و تقویٰ ، خشیت و انابت ، عزیمت و توکل، ایثار و قربانی جود و سخا ، وسعت ظرف و طہارت ، محبت و محبوبیت وغیرہ اوصاف و کمالات ، جن تک ہم ایسے کوتاہ بینوں کی نظر پہنچ سکتی ہے وہ بھی اس قدر ہیں کہ ان کی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہیے - اور بہت سے کمالات تو ہم ایسوں کی فکری پرواز سے بھی بالا تر ہیں -

؎ خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست
بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

اعتذار :- حضرت شیخ الحدیثؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی زید مجدہٗ یہ ابتدائیہ ابھی مکمل طور پر لکھنے نہ پائے تھے کہ حرمین شریفین کی زیارت کا پروانہ آگیا - آپ نے جو اوراق لکھے تھے وہ میرے سپرد کر دیئے - ان اوراق میں سے کچھ حصہ بطور اشاعت دیا جا رہا ہے باقی حصہ انشاء اللہ حضرت زید مجدہٗ کی تشریف آوری کے بعد دیا جائیگا -

منظور احمد الحسینی

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

از:۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خصائل نبوی برشمائل ترمذی

حدثنا سفين بن وكيع قال حدثنا جميع بن عمير بن عبد الرحمن العجلي املاء علينا من كتابه قال حدثني رجل من بني تميم من ولد ابي هالة زوج خديجة يكني اباعبد الله عن ابن لابي هالة عن الحسن بن عليؓ قال سالت خالي هند ابن ابي هالة وكان وصافا عن حلية النبي صلى الله عليه وسلم وانا اشتهي ان يصف لي منها شيئا اتعلق به فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فخما مفخما يتلألأ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر اطول من المربوع واقصر من المشذب عظيم الهامة رجل الشعر ان انفرقت عقيقته فرقها والا فلا يجاوز شعره شحمة اذنيه اذا هو وفره ازهر اللون واسع الجبين ازج الحواجب سوابغ من غير قرن بينهما عرق يدره الغضب اقنى العرنين له نور يعلوه يحسبه من لم يتامله اشم كث اللحية سهل الخدين ضليع الفم مفلج الاسنان دقيق المسربة كان عنقه جيد دمية في صفاء الفضة معتدل الخلق بادن متماسك سواء البطن والصدر عريض الصدر بعيد ما بين المنكبين ضخم الكراديس انور المتجرد موصول ما بين اللبة والسرة بشعر يجري كالخط عاري الثديين والبطن مما سوى ذلك اشعر الذراعين والمنكبين واعالي الصدر طويل الزندين رحب الراحة شثن الكفين والقدمين سائل الاطراف او قال شائل الاطراف خمصان الاخمصين مسيح القدمين ينبو عنهما الماء اذا زال زال قلعا يخطو تكفيا ويمشي هونا ذريع المشية اذا مشى كانما ينحط من صبب واذا التفت التفت جميعا خافض الطرف نظره الى الارض اكثر من نظره الى السماء جل نظره الملاحظة يسوق اصحابه ويبدر من لقي بالسلام۔

(۱) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک دریافت کیا۔ اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حلیہ مبارک کو بہت ہی کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے۔ مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ ان اوصاف جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تاکہ میں ان کے بیان کو اپنے لئے حجت اور سند بناؤں اور ان اوصاف جمیلہ کو ذہن نشین کرنے اور ممکن ہو سکے تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں (حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے وقت سات سال کی تھی اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف جمیلہ میں اپنی کم سنی کی وجہ سے تامل اور کامل تحفظ کا موقع نہیں ملا تھا) ماموں جان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حلیہ شریف کے متعلق یہ فرمایا کہ آپؐ خود اپنی ذات والا صفات کے اعتبار سے بھی شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبہ والے تھے، آپؐ کا چہرۂ مبارک ماہ بدر کی طرح چمکتا تھا، آپؐ کا قد مبارک بالکل متوسط قد والے آدمی سے کسی قدر طویل تھا لیکن زیادہ لانبے قد والے سے پست تھا، سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے۔ اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے ورنہ آپؐ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے تھے، و یہ مشہور ترجمہ ہے اس بنا پر یہ اشکال پیش آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قصداً مانگ نکالنا روایات سے ثابت ہے اس اشکال کے جواب میں علماء یہ فرماتے ہیں کہ اسکو ابتدائی زمانہ پر محمول کیا جائے کہ اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہتمام نہیں تھا۔ لیکن بندہ ناچیز کے نزدیک یہ جواب اس لئے مشکل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ مشرکین کی مخالفت اور اہل کتاب کی موافقت کی وجہ سے مانگ نہ نکالنے کی تھی، اس کے بعد پھر مانگ نکالنی شروع فرمادی، اس لئے اچھا ترجمہ جس کو بعض علماء نے ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بسہولت مانگ نکل آتی تو نکال لیتے تھے اور اگر کسی وجہ سے بسہولت نہ نکلتی اور کنگھی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اس وقت نہ نکالتے کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ

موجود ہوتی نکال لیتے جس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک زیادہ ہوتے تھے تو کان کی لَو سے متجاوز ہو جاتے تھے۔ آپ کا رنگ مبارک نہایت چمکدار تھا اور پیشانی مبارک کشادہ، آپ کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے، ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی، آپؐ کی ناک مبارک بلند مائل تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا، ابتداءً دیکھنے والا آپؐ کو بڑی ناک والا سمجھتا، لیکن غور سے معلوم ہوتا کہ حسن و چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے ورنہ فی نفسہ زیادہ بلند نہیں ہے، آپؐ کی داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی، آنکھ مبارک کی پتلی نہایت سیاہ تھی، رخسار مبارک ہموار ہلکے تھے گوشت لٹکے ہوئے نہ تھے، آپ کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا (یعنی تنگ منہ نہ تھا۔) آپؐ کے دندان مبارک باریک آبدار تھے اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی، آپؐ کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسا کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی، آپؐ کے سب اعضا نہایت معتدل اور پُر گوشت تھے اور بدن گٹھا ہوا تھا، پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔ آپؐ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے زیادہ فصل تھا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں تھیں (جو قوت کی دلیل ہوتی ہے) کپڑا اتارنے کی حالت میں آپؐ کا بدن مبارک روشن و چمکدار نظر آتا تھا۔ (یا یہ کہ بدن کا وہ حصہ بھی جو کپڑوں سے باہر رہتا تھا روشن اور چمکدار تھا چہ جائیکہ وہ حصہ جو کپڑوں میں محفوظ ہو، بندے کے نزدیک یہ ترجمہ اچھا ہے) ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں کی باریک دھاری تھی، اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ مبارک بالوں سے خالی تھا، البتہ دونوں بازوؤں اور کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر بال تھے، آپؐ کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ، نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز پُر گوشت تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لانبی تھیں۔ آپؐ کے تلوے قدرے گہرے تھے، اور قدم ہموار تھے کہ پانی ان کے صاف ستھرا اور ان کی ملاست کی وجہ سے ان پر ٹھیرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا تھا۔ جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے کو جھک کر تشریف لے جاتے قدم زمین پر آہستہ پڑتا زور سے نہیں پڑتا تھا۔ آپؐ تیز رفتار تھے اور ذرا کشادہ قدم رکھتے چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے، جب آپ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا پستی میں اتر رہے ہیں جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے۔ آپؐ کی نظر نیچی رہتی تھی، آپؐ کی نگاہ بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی۔ (اس میں یہ اشکال ہے کہ ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان کی طرف اکثر دیکھا کرتے تھے، دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ عادت شریفہ تو زمین ہی کی طرف نگاہ رکھنے کی تھی لیکن چونکہ وحی کا بھی انتظار رہتا تھا اس لئے اس کے انتظار میں گاہ گاہ آسمان طرف بھی ملاحظہ فرماتے تھے ورنہ عام اوقات میں عادت شریفہ نیچی نظر رہنے کی تھی۔

ادھر قاتل کی نظریں شرم سے اُوپر نہیں اٹھتیں
اُدھر بسمل کھڑا ہے ہاتھ پر میت لے دل کی

آپؐ کی عادت شریفہ عموماً گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی، یعنی غایت شرم و حیا کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے، چلنے میں صحابہؓ کو اپنے آگے کر دیتے تھے اور آپ پیچھے رہ جاتے تھے جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتدا فرماتے۔

فائدہ:- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیچھے رہ جانا علماء نے اس کو تواضع پر محمول فرمایا ہے۔ لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک اگر یہ حالت سفر پر محمول ہو تو انسب ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سفر میں پسماندگان اور ضعفاء کی خبر گیری کے لئے آپ پیچھے رہا کرتے تھے، یہ حدیث بہت طویل ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ، اخلاق، عادات جملہ انواع مذکور ہیں، امام ترمذیؒ نے مضامین کی مناسبتوں سے اس کو کئی بابوں میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس کا کچھ حصہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو کے باب میں اور کچھ حصہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع کے ذکر میں آئے گا۔

بقیہ:- کاروان ختم نبوت

(۵) نشر و اشاعت:- محمد یوسف صاحب۔
(۶) ناظم تبلیغ:- شوکت محمود صاحب۔

عہدیداروں کی تشکیل کے بعد مولانا منظور احمد الحسینی صاحب نے کارکنان سے ترغیباً فرمایا کہ کام ہم سب کو مل جل کر کرنا ہے۔ اگر کسی کو کوئی عہدہ نہیں ملا تو وہ یہ نہ سمجھے کہ مجھے کام سے کیا غرض بلکہ یہ انتخاب تو ایک انتظامی شکل ہے۔ باقی جس میں جتنا اخلاص ہوگا اتنا ہی زیادہ اجر ملے گا۔ اس طرح سے بابرکت "مجلس" رات تقریباً گیارہ بجے اختتام کو پہنچی۔ جب کہ تمام رفقاء کی محمد انور صاحب کی طرف سے مشروبات اور بسکٹ سے تواضع کی گئی۔

پند و نصائح

ضبط و ترتیب :- منظور احمد الحسینی ۔

افادات عارفی

ملفوظات ، عارف باللہ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی مدظلہ ۔

فرمایا :- عافیت بہت بڑی چیز ہے اس کے مقابلے میں ساری دولتیں ہیچ ہیں عافیت دل و دماغ کے سکون کو کہتے ہیں اور یہ سکون اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ یہ دولت بلا کسی سبب اور استحقاق کے عطا فرماتے ہیں عافیت کو کوئی نہیں خرید سکتا نہ روپیہ خرید سکتا ہے نہ سرمایہ نہ منصب ۔ عافیت (کا خزانہ) صرف خدا کے پاس ہے خدا کے سوا کوئی نہیں دے سکتا ۔

بندے کو چاہیے کہ وہ خدا کے سامنے اپنے عجز و نیاز کو پیش کرے اور کبھی کبھی یہ دعا پڑھ لیا کرے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فِیْ اَھْلِیْ وَمَالِیْ ؕ یہ دعائیہ کلمات بہت بڑی چیز ہیں اس کے مقابلے میں ساری دولتیں ہیچ ہیں ۔

فرمایا :- میرے مطب میں ایک صاحب حیثیت دوا کے لیے آئے ۔ یہ صاحب بار بار مڑ کر پیچھے دیکھتے تھے میں نے پوچھا کیا بات ہے تو کہنے لگے کہ میں پیچھے بیٹھے ہوئے اس نوجوان پر رشک کر رہا ہوں کہ دن کے وقت میں بھی سو رہا ہے جبکہ میرا یہ حالت ہے کہ رات بھر مجھے نیند نہیں آتی اور ہم نیند کے لیے ترستے ہیں لیکن وہ نہیں آتی ، گولیاں کھاتے ہیں ، (اس کے علاوہ دیگر سارے جتن کرتے ہیں) مگر نیند قریب آنے کا نام بھی نہیں لیتی ۔

فرمایا :- آج ساری دنیا جو اس باختہ زندگی گزار رہی ہے کوٹھیاں بھی ہوئی پر تکلف ہیں ، آسائش و زیبائش کے سارے سامان ہیں لیکن عافیت کی دولت سے محروم ہیں ، جانوروں کی سی زندگی بسر ہو رہی ہے ، اپنے آپ کو تسلی دینے کیلئے) سیر و تفریح کا مشغلہ اختیار کرتے ہیں ، گھر والوں کو بھی کراتے ہیں ، لیکن کیا اس سے عافیت مل سکتی ہے ؟ کبھی نہیں ۔

فرمایا :- عافیت سوز گناہ ہیں جن کو ہم نے اپنے اختیار سے اختیار کر رکھا ہے ، جو ناپاک زہریلے اور ہم کو برباد کرنے والے ہیں ، وہ جسمانی اور روحانی نظم کو درہم برہم کرنے والے ہیں ، علاج اقرار جرم ، گناہوں کو چھوڑنا ، رجوع الی اللہ اور بد پرہیزی سے بچنا ہے ، باقی بیماریاں دشواریاں تکالیف کا ہونا یہ تمام فطری لوازمات ہیں ، عافیت سوز نہیں ، ان سے کوئی مبرا نہیں ، یہ اللہ والوں کو بھی ہوتی ہیں ۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم توبہ کرتے ہیں وظیفے بھی پڑھتے ہیں ، لیکن بیماریاں ، دشواریاں کبھی رفع نہیں ہوتیں ، حالت پہلے والی ہے ۔ فرمایا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کو ایک دنبل (پھوڑا) ہے اسکو سخت درد اور تکلیف ہے وہ ایک ماہر سرجن کے پاس گیا اس نے اس دنبل کا اپریشن کیا جتنا اس میں زہریلا مادہ تھا سب کا سب نکال دیا ، مرہم لگایا ، پٹی کر دی اس نے کہا کہ اب خطرے سے خالی ہے حالانکہ زخم تو ابھی باقی ہے اندمال نہیں ہوا ، اسی طرح ہمارا حال ہے ہم نے استغفار کیا زہریلا مادہ نکل گیا ۔ (زخم) دشواریاں ابھی باقی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آہستہ آہستہ زخم بھر جائے گا جب اندمال ہو جائے گا تو سکون قلب کی دولت نصیب ہوگی اور معاصی سے نفرت ہو جائے گی ۔

فرمایا :- اپنے اوقات اور نظام زندگی میں یہ دو چیزیں شامل کر لو ۔
(۱) رجوع الی اللہ اور (۲) طلب مغفرت اس سے انشاء اللہ آپ کو نور حاصل ہوگا اور ظلمتیں سب ختم ہو جائیں گی ۔

دار الافتاء

آپ کے مسائل

محمد یوسف لدھیانوی
مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان پاکستان

رفع حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا

سائل :۔ م، گ، ا۔ کراچی۔

ا۔ رفع حاجت کے لیے بیٹھتے وقت قبلہ کی طرف پشت کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو صحیح کیا ہے؟

ج :۔ پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی جائز نہیں، اور پشت کرنا بھی جائز نہیں۔

س :۔ آم کا ایک پیڑ پانچ چھ سال قبل لگایا گیا تھا، اب ایک گنا اور تناور درخت ہے لیکن ابھی تک پھل نہیں آیا۔ کیا اس کو کاٹنا درست ہے؟

ج۔ ضرورت ہو تو کاٹ سکتے ہیں۔

غسل کے بچے ہوئے پانی سے وضو

سائل: محمد سلیمان لیاقت آباد۔ کراچی۔

س (۱) مولانا صاحب کہتے ہیں قرآن مجید پڑھنے کی نیت سے اگر وضو کیا جائے تو اس وضو سے نماز نہیں ہوتی۔

ج :۔ یہ غلط ہے، وضو خواہ کسی نیت سے کیا جائے اس سے نماز ہو جاتی ہے۔ تیمم کی نیت کا مسئلہ الگ ہے۔

س (۲) کہتے ہیں کہ غسل سے بچے ہوئے پانی سے وضو نہیں ہوتا۔

ج :۔ یہ بھی غلط ہے، غسل سے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے۔

س (۳) کیا فرض نماز کی اخیر رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

ج :۔ ضروری نہیں مستحب ہے۔

غیر محرم عورتیں اور اجنبی مرد

سائل :۔ حافظ محمد الیاس بندھانی کراچی۔

س: اگر کسی گھر میں کسی مرد کا انتقال ہو جائے تو رشتے دار عورتوں کے علاوہ اس پڑوس کی غیر رشتے دار عورتیں بھی میت والے گھر میں جمع ہو جاتی ہیں اور رشتے داروں کے ساتھ دوسری تمام عورتیں بھی مرنے والے کا چہرہ دیکھتی ہیں۔ کیا میت کا چہرہ ہر عورت دیکھ سکتی ہے خواہ وہ محرم ہو یا غیر محرم؟

ج :۔ غیر محرم عورتوں کو جس طرح زندگی میں اجنبی مرد کا چہرہ دیکھنا منع ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی ممنوع ہے۔ اس لیے جو رواج سوال میں ذکر کیا گیا ہے وہ بہت غلط ہے، عورتوں کو اس کی اصلاح کرنی چاہیے

س :۔ آج کل یہ رواج بھی وبا کی طرح عام ہوتا جا رہا ہے کہ میت کو تقریباً چوبیس گھنٹے گھر میں رکھنے کے بعد دفن کیا جاتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ دور دراز کے شہروں میں مقیم میت کے رشتے داروں کو اطلاع دی جاتی ہے اور پھر ان کا انتظار کیا جاتا ہے جب تک سب رشتے دار جمع نہ ہو جائیں میت کو دفن نہیں کیا جا سکتا اگر کسی رشتہ دار کا انتظار کیے بغیر میت کو دفنا دیا جائے تو رشتے داری خطرے میں پڑ جاتی ہے کیا اتنی دیر میت کو گھر میں رکھنا جائز ہے؟

ج :۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ فوت ہو جانے کے بعد میت کی تجہیز و تکفین فوراً شروع کر دی جائے اور اسے جلد سے جلد اس کی آخری آرامگاہ میں پہنچا دیا جائے، رشتہ داروں کے انتظار میں میت کو روکے رکھنا بری بات ہے اور بعض اوقات اس کے جنازے میں دیر کر دیتے ہیں یہ اس سے بھی زیادہ بری بات ہے۔

باسمہٖ سبحانہٗ

یکم شعبان ۱۴۰۲ھ م ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء بروز دوشنبہ شام پانچ بجکر چالیس منٹ پر یعنی مغرب سے ٹھیک ڈیڑھ گھنٹہ قبل حضرت اقدس قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ و اعلی اللہ مراتبہ کا وصال یہاں مدینہ منورہ میں ہوا۔ اس کی خبر تو بجلی کی طرح ساری دنیا میں پھیل گئی مگر ہر جگہ سے تفصیل کا مطالبہ ٹیلیفونوں پر برابر آرہا ہے اس لئے یہ کچھ تفصیل لکھ رہا ہوں:۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی علالت کا سلسلہ تو کئی سال سے چل رہا تھا۔ ۱۲ مئی چہارشنبہ سے قبل صحت نسبتاً اچھی تھی کھانا بھی نوش فرماتے تھے گفتگو بھی ٹھیک طرح سے فرماتے تھے پوچھنے پر مشورہ بھی حسب سابق دیتے تھے۔ مولانا عاقل صاحب مسلم شریف کی تقریر کا جو علمی کام کر رہے ہیں وہ روزانہ کا کام بعد عشاء حضرت کو سناتے حضرت غور سے سنتے اور ضروری مشورہ بھی دیتے تھے۔ گویا صحت اچھی تھی البتہ ضعف بہت تھا جس کی وجہ سے حرم شریف صرف ایک نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ شروع میں ظہر کی نماز میں اور پھر دھوپ میں تیزی آجانے کی وجہ سے عشاء کی نماز میں حرم شریف جانے کا معمول تھا۔ چہارشنبہ ۱۲ مئی کو حضرت کو بخار ۱۰۲ ڈگری تک ہوگیا۔ استغراق زیادہ ہونے لگا۔ ۱۴ مئی کو نماز جمعہ حرم شریف کی جماعت کے ساتھ مدرسہ علوم شرعیہ کے صدر دروازہ میں ادا فرمائی جہاں تک حرم شریف کی صفوں کا اتصال رہتا ہے۔ بخار کے بعد سے کھانا تقریباً چھوٹ گیا۔ پینا کسی نہ کسی درجہ میں جاری رہا۔ جمعہ ۱۴ مئی سے روزانہ صبح شام گلوکوز وغیرہ کی بوتلیں رگ میں دی جاتی رہیں جس کا سلسلہ وصال کے دن تک جاری رہا۔ دیگر علاج انجکشن وغیرہ بھی دیئے جاتے رہے۔ شنبہ ۱۵ مئی کو آنکھوں میں اور پیشاب میں یرقان محسوس ہوا۔ خون کا معائنہ کرایا گیا جس سے جگر اور گردہ میں مرض معلوم ہوا اور ان دونوں اعضاء کے عمل میں خلل کا بھی پتہ چلا۔ یک شنبہ ۱۶ مئی کی شب میں نیم بے ہوشی تھی۔ دوسرے روز فجر سے مکمل بے ہوشی ہوگئی۔ اتوار کا سارا دن مکمل بے ہوشی میں گزرا کہ جس کروٹ پر لٹایا جاتا اسی پر رہتے نہ آواز دیتے نہ حرکت نہ کھانسی وغیرہ۔ نبض اور بلڈ پریشر دیکھ کر اطمینان ہوتا کہ فوری خطرہ نہیں ہے۔ علاج وغیرہ مختلف تدبیریں ہوتی رہیں۔ اتوار کو شام بخاری شریف کا ختم کرایا گیا جو اتوار پیر دو روز میں ختم ہوا جس کے بعد صاحبزادہ مولانا طلحہ صاحب نے بہت الحاح کے ساتھ دعا کرائی۔ مکہ مکرمہ میں شیخ محمد علوی مالکی کے یہاں بھی یٰسین شریف کا ختم ہوا۔ دوشنبہ ۱۷ مئی کو بے ہوشی تو تھی لیکن کامل بے ہوشی نہیں تھی بلکہ غنودگی کی کیفیت تھی۔ صبح تو "اللہ اللہ" فرماتے رہے۔ ظہر کے بعد سے "یا کریم یا کریم" یا "او کریم او کریم" فرماتے رہے۔ کبھی کبھی "یا حلیم یا کریم" بھی فرماتے رہے۔ یا کریم کی یہ آوازیں اخیر وقت تک وقتاً فوقتاً دیتے رہے۔ علاج کے سلسلہ میں یہ ناکارہ دیگر ڈاکٹروں سے بھی برابر مشورہ کرتا رہا بالخصوص ڈاکٹر سید اشرف صاحب، ڈاکٹر ایوب صاحب ڈاکٹر سلطان صاحب، ڈاکٹر منصور، ڈاکٹر عبد الاحد وغیرہ۔ خون وغیرہ کے معائنہ کے لئے ڈاکٹر انصرام صاحب بہت تعاون فرماتے رہے۔ منگل ۱۸ مئی کو بے ہوشی تو نہیں رہی گفتگو فرماتے رہے

حضرت شیخ الحدیثؒ آخری وقت تک د...

حضرت

آخری

حضرت شیخ الحدیثؒ کی قبر حضرت...

سہارنپوری کی قبر...

نماز میں بھی حسب سابق ادا فرماتے۔ البتہ جگر اور گردہ کا عمل برابر کمزور ہوتا گیا۔ خون پیشاب کا معائنہ اور علاج و دیگر تدابیر ہوتی رہیں۔ غذا تقریباً بند تھی رگ میں بوتلوں کے ذریعہ ہی غذا پانی گلوکوز وغیرہ دیا جاتا رہا۔ ۲۱ مئی کو نماز جمعہ حرم شریف کی جماعت کیساتھ مدرسہ شرعیہ کے صدر دروازہ میں ادا فرمائی۔ اتوار ۲۳ مئی کی ظہر تک بظاہر طبیعت کچھ ٹھیک رہی۔ ۲۳ مئی کو بعد ظہر سوء تنفس کی تکلیف ہوئی جس کی فوری تدبیر کر لی گئی۔ مغرب سے آدھ گھنٹہ قبل جب کہ یہ ناکارہ اپنے مطب میں تھا حضرت کے خادم مولوی نجیب اللہ نے

ٹیلیفون پر بتایا کہ حضرت کی طبیعت خراب ہے چنانچہ یہ ناکارہ فوراً حاضر ہوا تو دیکھا کہ سوء تنفس کی تکلیف بہت زیادہ ہے جس کی وجہ سے حضرت کو بے چینی ہے۔ سانس لینے میں بہت دقت محسوس ہو رہی تھی۔ بندہ نے معائنہ کر کے ضروری انجکشن لگائے جس کے چند منٹ کے بعد سکون مل گیا اور سانس طبعی حالت پر آ گیا۔ عشاء کے بعد بندہ کے گھر جانے تک طبیعت نسبتاً ٹھیک تھی۔ ۳ مارچ فجر کے وقت بھی طبیعت نسبتاً ٹھیک تھی اور حضرت گفتگو بھی تھوڑی تھوڑی ...کبھی "یا حلیم یا کریم" کا ورد فرماتے رہے۔

ـدیث کے

ـحات

ـئل بیت رضی کے احاطہ روضت

ـب کھودی گئی

فرماتے رہے۔ البتہ تشویش کی بات یہ پیش آئی کہ کل ظہر کے بعد سے پیشاب بالکل نہیں آیا۔ صبح ۸ بجے دوبارہ سوء تنفس کی تکلیف شروع ہوئی اس کے لئے اور پیشاب کے لئے تدبیریں کی جانے لگیں جس سے ظہر و عصر کے درمیان پیشاب تو آ گیا۔ تنفس کے لئے انجکشن آکسیجن وغیرہ لگائے گئے۔ بارہ بجے دوپہر تک بے چینی رہی کبھی فرماتے بٹھا دو کبھی فرماتے لٹا دو کبھی فرماتے دوا لاؤ۔ وقتاً فوقتاً "یا کریم" "ادکریم" بھی بلند آواز سے فرماتے رہے۔ یہ ناکارہ چونکہ مسلسل پاس ہی بیٹھا رہا تو کبھی کبھی اس ناکارہ کا ہاتھ پکڑ کر زور سے دباتے۔ تقریباً گیارہ

جبکہ الحاج ابوالحسن نے پوچھا گیا تو بندہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ "ڈاکٹر صاحب ہیں" ابوالحسن نے کہا ہاں یہ ڈاکٹر اسماعیل ہیں" یہ سن کر بندہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ یہ آخری گفتگو تھی جو حضرت نے فرمائی اس کے بعد "یا کریم" "اکریم" فرماتے رہے۔ ظہر تک یہ کیفیت رہی۔ ظہر کے بعد سے مکمل سکون ہو گیا جو آخر وقت تک رہا۔ یہ ناکارہ بار بار نبض بلڈ پریشر وغیرہ دیکھتا رہا۔ روح پرواز کرنے سے کچھ قبل صاحبزادہ مولانا طلحہ صاحب نے بندہ سے پوچھا کہ کیا یہ آخری وقت ہے۔ بندہ نے اثبات میں سر ہلایا تو انہوں نے بلند آواز سے اللہ اللہ کہنا شروع کر دیا۔ اسی حال میں حضرت نے دو مرتبہ آخری ہچکیاں لیں جس کے بعد آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں اور روح پرواز کر گئی اس وقت ٹھیک پانچ بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے یعنی مغرب سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جس کی ساری عمر اتباع سنت میں گزری اس کو تکوینی طور پر یہ اتباع بھی نصیب ہو گیا کہ دوشنبہ کو عصر مغرب کے درمیان وصال ہوا۔ اس وقت حاضرین کا جو حال تھا وہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وصال کے وقت پاس موجود حضرات مولانا انعام الحسن صاحب، مولانا طلحہ صاحب مولانا عاقل صاحب ان کے صاحبزادے جعفر الحاج ابوالحسن مولوی نجیب اللہ، صوفی محمد اقبال، مولانا یوسف متالا، حکیم عبدالقدوس، مولوی اسماعیل، مولوی نذیر، ڈاکٹر ایوب، حاجی ولدار، اسعد عبدالقدیر اور یہ ناکارہ تھے۔ فوراً ہی تجہیز و تکفین کے لئے انتظامات شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر ایوب کو ہسپتال کا درجہ لینے کے لئے اسی وقت بھیج دیا گیا۔ صاحبزادہ مولانا طلحہ صاحب مولانا عاقل صاحب و دیگر متعلقین و خدام کا مشورہ ہوا کہ تدفین عشاء کے بعد ہو یا فجر کے بعد کیونکہ بعض مخصوص احباب و اعزہ کے مکہ مکرمہ سے پہنچنے کی اطلاع تھی چونکہ ان کی وہاں سے روانگی کا وقت معلوم تھا جس کے پیش نظر ان کا عشاء تک پہنچ جانا گویا یقینی تھا اس پر یہ طے ہوا کہ عشاء ہی میں نماز جنازہ ہو جانی چاہئے اور فجر تک مؤخر نہ کیا جائے۔ اس کا اعلان بھی کر دیا گیا لیکن اس کا بھی برابر افسوس رہے گا کہ وہ اعزہ جن کی آمد کا ہمیں شدت سے انتظار تھا وہ راستہ میں گاڑی خراب ہو جانے کی وجہ سے بروقت نہ پہنچ سکے اور چونکہ عشاء کا اعلان ہو چکا تھا اور مجمع بھی خوب جمع ہو چکا تھا اس لئے عین وقت پر تبدیلی نہیں ہو سکتی تھی۔ ہر جگہ ٹیلیفون سے اطلاع کر دی گئی مغرب کے بعد غسل دیا گیا جو مولانا عاقل صاحب اور مولانا یوسف متالا صاحب کی ہدایات اور مشوروں سے دیا گیا۔ غسل کے وقت خدام کا بڑا مجمع موجود تھا ہر شخص کی خواہش تھی کہ اس مبارک عمل میں شریک ہو۔ غسل میں شرکت کرنے والوں میں بڑی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں مولانا یوسف متالا، الحاج ابوالحسن مولوی

نجیب اللہ، حکیم عبدالقدوس، عطاء المہیمن ابن شاہ عطاء اللہ بخاری، صوفی اسلم، ذی صدیق، مولوی حسان، قاضی ابرار، عبدالمجید وغیرہ۔ ڈاکٹر محمد ایوب صاحب جو ورقہ لینے گئے تھے پورے دو گھنٹہ کے بعد آئے۔ اور بتلایا کہ ورقہ حاصل کرنے میں کچھ قانونی رکاوٹ ہو رہی ہے اور صاحبزادہ مولانا طلحہ صاحب کا جانا ضروری ہے۔ چنانچہ مولانا طلحہ صاحب کو بھی ان کے ہمراہ بھیجا گیا۔ قبرستان والوں سے قبر کھودنے کو کہا گیا تو انہوں نے کہا کہ جب تک ہسپتال کا ورقہ نہ آجائے ہم قبر نہیں کھود سکتے۔ اس وقت عشاء میں صرف پون گھنٹہ باقی تھا دوبارہ مندرجہ بالا حضرات نے مشورہ کیا کہ اب بظاہر عشاء تک قبر کا تیار ہونا دشوار ہے لہٰذا فجر میں جنازہ ہو اس کے فوراً بعد سید حبیب صاحب تشریف لائے انہوں نے فرمایا کہ میں خود جاکر قبر کی جگہ بتلا کر آیا ہوں اور قبر کھودنا شروع ہوگئی ہے تقریباً بیس منٹ کے بعد ہسپتال کا ورقہ بھی آگیا اور قبر تیار ہو جانے کی اطلاع بھی آگئی اور قبرستان والے مخصوص چارپائی بھی لے آئے۔ گویا عشاء کی اذان سے پندرہ منٹ قبل جنازہ بالکل تیار تھا لہٰذا پہلے مشورہ کے مطابق جنازہ کو باب السلام سے حرم شریف پہنچایا گیا۔ عشاء کے فرضوں کے متصل بعد میاں کی عام عادت کے مطابق جنازہ کو باب السلام سے حرم شریف پہنچایا گیا۔ عشاء کے فرضوں کے متصل بعد میاں کی عام عادت کے مطابق حرم شریف کے امام شیخ عبداللہ خزاحم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع کی طرف باب جبرئیل سے نکل کر چلے۔ ہجوم بے پناہ تھا ایسا ہجوم کسی اور کے جنازہ میں شاید ہی دیکھا گیا ہو۔ قبر شریف حضرت کی منشا کے مطابق اہل بیت کے احاطہ اور حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی قبر شریف سے قریب کھودی گئی تھی۔ صاحبزادہ مولانا طلحہ اور الحاج ابوالحسن قبر شریف کے اندر اترے اور اس کو بند کیا۔ اس طرح حضرت اقدس کی دیرینہ تمنا پوری ہوئی۔

ایک خاص بات یہ دیکھی کہ وصال سے ایک روز قبل حضرت والا ہر ایک سے فرداً فرداً دریافت فرماتے رہے کہ تم کیا کام کرتے ہو۔ صوفی اقبال صاحب الحاج ابوالحسن سے، اس ناکارہ سے براہ راست دریافت فرمایا۔ صاحبزادہ مولانا طلحہ صاحب دوسرے کمرے میں تھے تو خادم کو بھیجکر طلحہ سے پوچھکر آؤ کہ تو کیا کام کرے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ پڑھنے ذکر تلاوت وغیرہ کا جواب دیا تو سکوت فرمایا۔ بندہ سے دریافت فرمایا تو بندہ سے قبل ابوالحسن نے جواب دیا کہ "یہ تو ابھی مطب جاکر مریضوں کا علاج کریں گے" تو فرمایا کہ "یہ بھی کوئی کام ہے۔" گویا آخری وقت میں بھی اپنے لوگوں سے متعلق فکر تھا کہ کیا کرتے ہیں

"تدفین کے بعد حضرت نور اللہ مرقدہ کے ایک مجاور نے دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے یفتح له ابواب الجنة الثمانية (یعنی ان کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں) ایک اور صاحب نے دوسرے روز صبح روضۂ اقدس پر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہوئے مکاشفہ میں محسوس کیا گویا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تمہارے شیخ کو علیین میں جگہ دی گئی ہے ایسے انسان لاکھوں کروڑوں میں کوئی کوئی ہوتا ہے۔"

فقط والسلام

نوٹ: آخر میں آپ کی خدمت میں اور آپ کی وساطت سے دیگر حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے ہمیشہ کے تعزیت کے معمول کے مطابق جو جتنا زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کر سکتا ہو ضرور کرے کہ یہی چیزیں حضرت کے لئے بھی نافع ہیں اور ایصال کرنے والوں کے لئے بھی۔

بقیہ:- تحریک

بجے کی خبروں میں ہو گیا۔ اور اس طرح الحمدللہ یہ مسئلہ بخیر و خوبی طے ہو گیا۔ جب سے پاکستان بنا ہے مسلمانوں کو کبھی اتنی مسرت اور خوشی نہیں ہوئی جتنی کہ اس خبر سے ہوئی کہ اس سرزمین پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو آئینی تحفظ دے کر پاکستان کے مسلمانوں نے تاریخ اسلام میں ایک زرین باب کا اضافہ کیا۔ اب گزشتہ باتوں کو دہرانے کی ضرورت نہ تھی، مگر یہ چند اجمالی اشارے دو وجہ سے ضروری سمجھے گئے، اول یہ کہ مسلمان یہ جاننے کے لئے بیتاب تھے کہ ان کی تحریک کن مراحل سے گذری اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے اسے کامیابی سے ہمکنار کیا۔ دوم یہ کہ بعض حلقوں کی جانب سے یہ تاثر دیا گیا کہ مسلمان مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر کے خدانخواستہ ظلم کر رہے ہیں۔ حالانکہ تحریک کو اول سے آخر تک دیکھا جائے تو ہر قدم پر مسلمانوں کی مظلومیت کے نقوش ثبت ہیں، مظلوم کو فریاد کرنے کی بھی اجازت نہ دینا کہاں کا انصاف ہے۔

ہفت روزہ ختم نبوت
خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھنے کی
ترغیب دیں

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

قسط (۲)

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کو کچلنے کی کوئی کسر باقی نہیں رکھی گئی۔

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کی تحریک کے بارے میں ایک یادگار تحریر

اس وقت جو جرأت مرزائیوں کو ہو رہی ہے اگر اس وقت اس کا تدارک نہ کیا گیا اور وہ غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیے گئے، تو مسلمانوں کے جذبات ابھریں گے اور ان کی جان و مال کی حفاظت حکومت کے لیے مشکل ہوگی۔ اقلیت قرار دینے کے بعد اس ملک میں ان کی حیثیت "ذمی" کی ہوگی اور ان کی جان و مال کی حفاظت شرعی قانون کی رو سے مسلمانوں پر ضروری ہوگی اس طرح ملک میں امن قائم ہو جائے گا۔ میں مانتا ہوں کہ آپ پر خارجی غیر اسلامی حکومتوں کا دباؤ ہوگا لیکن اس کے بالمقابل ان اسلامی ممالک کا تقاضا بھی ہے، ان کو جلد غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے جن ممالک سے ہمارے اسلامی تعلقات بھی ہیں، اور ہر قسم کے مفادات بھی وابستہ ہیں۔ خارجی دنیا میں غیر اسلامی حکومتوں کے بجائے اسلامی ملکوں کو مطمئن اور خوش کرنا زیادہ ضروری ہے۔ نیز ایک معمولی سی اقلیت کو خوش کرنے کے لیے اتنی بڑی اکثریت کو غیر مطمئن کرنا دانشمندی نہیں۔ اگر آپ حق تعالیٰ پر توکل و اعتماد کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ فرمائیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتی اور اس راستہ میں موت بھی سعادت ہے۔ غلام محمد، سکندر مرزا اور ایوب خان کا جو حشر ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ اور شہید ملت شہید ملت ہو گئے الغرض گفتگو بہت طویل تھی میں ٹھیک ۳۲ منٹ تک بولتا رہا۔ درمیان میں ایک آدھ سوال وزیر اعظم صاحب نے کیا جس کا جواب شافی فوراً دیدیا گیا اور انکو خاموش ہونا پڑا۔ بقیہ حضرات نے بھی فرداً فرداً ملاقات کی اور اپنے تاثرات پیش کیے۔ ۱۳ جون کو وزیر اعظم صاحب نے لمبی تقریر اردو میں کی جو ریڈیو پر نشر ہوئی، جس میں حادثہ ربوہ پر ایک حرف بھی نہیں فرمایا البتہ ختم نبوت پر اپنا ایمان ظاہر فرمایا کہ میں مسلمان ہوں میرا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ بہت پرانا ہے اتنا جلد کیسے حل ہو سکتا ہے! ۱۴ جون ۱۹۷۴ء کو درہ خیبر سے کراچی تک اور لاہور سے کوئٹہ تک ایسی مکمل ہڑتال ہوئی جس کی نظیر پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملے گی۔

۱۶ جون کو راقم الحروف نے لائلپور میں اجتماع رکھا تھا جس میں وزیر اعظم صاحب کی تقریر پر تبصرہ ہوا۔ اور تنقید کی گئی کہ وزیر اعظم نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کے مطالبہ سے کچھ زیادہ ہمدردی کا ثبوت نہیں دیا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ نیشنل اسمبلی میں صرف ایک قرارداد پیش کرنے کے خواہشمند ہیں، اور پھر اس قرارداد کو سپریم کورٹ یا مشاورتی کونسل کے حوالے کر کے سرد خانے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ قرارداد خواہ صوبائی اسمبلی کی ہو یا قومی اسمبلی کی، آئینی طور پر اس کی کوئی حیثیت نہیں، اس کی حیثیت صرف ایک مشورے اور سفارش کی ہے جب کہ مسلمانوں کے ملی مطالبہ کے پیش نظر ضرورت اس امر کی ہے کہ جلد سے جلد آئین اور دستور میں واضح طور پر ختم نبوت پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لیے ضروری قرار دیا جائے اور جو شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا اسے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے۔ مرزائی امت جو مدعی مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی یا مصلح مانتی ہے، اسے غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور نیشنل اسمبلی ترمیمی بل اس مقصد

کے لیے پاس کرا یا جائے۔ وزیر اعظم صاحب چونکہ اکثریت کے لیڈر بھی ہیں اس لیے ان پر سب سے پہلے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی جماعت کے ارکان کو اس مسئلہ میں آزاد نہ چھوڑیں بلکہ انہیں ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر مامور و مجبور کریں۔ نیز مسئلہ کی اہمیت اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی بے چینی کا تقاضا یہ ہے کہ بجٹ سیشن کو ملتوی کر کے سب سے پہلے اس مسئلہ کو حل کیا جائے۔

مجلس عمل کے لاہور کے اجلاس میں راقم الحروف کو مجلس کا عارضی صدر مقرر کیا گیا میری خواہش تھی کہ اس نازک ذمہ داری کے لیے کسی اور موزوں شخصیت کو صدارت کے لیے منتخب کر لیا جائے گا۔ مگر بقول

؎ "قرعۂ فال بنام منِ دیوانہ زدند"

اب کہ مجلس عمل کا مستقل صدر پھر راقم الحروف ہی کو باتفاق حاضرین منتخب کر لیا گیا۔ بہر حال یہ طے کیا گیا کہ پُر امن طریقے پر تحریک کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے پوری جد وجہد کی جائے اور قادیانیوں کا بائیکاٹ جاری رکھا جائے، اور تحریک کو سول نافرمانی سے بہر قیمت بچایا جائے ادھر مجلس عمل کی پالیسی تو یہ تھی کہ حکومت سے تصادم سے بہر صورت گریز کیا جائے۔ ادھر حکومت نے ملک کے چپے چپے میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی، پریس پر پابندیاں عائد کر دیں۔ انتظامیہ نے اشتعال انگیز کارروائیوں سے کام لیا، اور مسلمانوں کو گرفتار کرنا شروع کیا، چنانچہ سینکڑوں اہل علم اور طلبہ کو گرفتار کیا گیا، انہیں ناروا اذیتیں دی گئیں، کبیر والا، اوکاڑہ، سرگودھا، لائلپور، کھاریاں ضلع گجرات وغیرہ میں دردناک واقعات رونما ہوئے جن کو مظلومانہ صبر کے ساتھ برداشت کیا گیا صرف ایک شہر اوکاڑہ میں ان مظالم کے خلاف احتجاج کے طور پر بارہ دن مکمل اور مسلسل ہڑتال ہوئی، اس سے اندازہ کیجئے کہ ملک بھر میں مجموعی طور پر کتنا ظلم اور اس کے خلاف احتجاج ہوا؟ جگہ جگہ لاٹھی چارج کیا گیا، اشک آور گیس کا استعمال بڑی فراخدلی سے کیا گیا، مجلس عمل کی تلقین تمام مسلمانوں کو یہ تھی کہ صبر کریں اور مظلوم بن کر حق تعالیٰ کی رحمت اور غیبی تائید الٰہی کے منتظر رہیں، قریباً پورے سو دن تک ان حالات کا مقابلہ کیا گیا اور تمام سختیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے جن کی تفصیل کی ان اوراق میں گنجائش نہیں۔

جناب وزیر اعظم بھٹو صاحب مشرقی پاکستان (حال بنگلہ دیش) کے دورے سے جب واپس آئے تو پوری قومی اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی کی حیثیت دے کر اس کے سامنے دو قرار دادیں پیش کیں کہ اسمبلی بحیثیت خصوصی کمیٹی کے ان پر غور و فکر کرے۔

(۱) کہ آئین میں مسلمان کی تعریف کی جائے (پھر اس کے نتیجہ کے طور پر یہ فیصلہ کرنا سپریم کورٹ یا مشاورتی کونسل کا کام ہوگا کہ مرزائی غیر مسلم ہیں یا نہیں)

(۲) کہ مرزائیوں کو دستوری حیثیت سے غیر مسلم اقلیت قرار دے کر غیر مسلم اقلیت فہرست میں ان کا نام درج کیا جائے پہلی قرار داد حزب اقتدار کی جانب سے جناب وزیر قانون نے پیش کی اور دوسری حزب اختلاف کے ارکان نے۔ یہ بھی طے کر دیا گیا کہ کمیٹی کے لیے چالیس اشخاص کا کورم ہوگا۔ ان میں سے ۳۰ ممبر حزب اقتدار کے اور ۱۰ حزب اختلاف کے لازماً ہوں گے۔ گویا اصولی طور پر طے ہو گیا کہ جب تک حزب اختلاف کے دس ۱۰ ارکان کمیٹی کے فیصلہ کی تصدیق نہیں کریں گے وہ فیصلہ کالعدم ہوگا۔ بہر حال ایک رہبر کمیٹی بنی، اور خوشی کی بات ہے کہ سفارشات کے تمام مراحل اتفاق رائے سے طے ہوتے چلے گئے۔ اس دوران حکومت نے مرزائیوں کو صفائی پیش کرنے کا موقع دینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ مرزا ناصر نے ۱۹۲ صفحے کا صفائی نامہ پیش کیا اور مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کے صدر صدر الدین نے بھی تحریری بیان پیش کیا گیارہ دن تک مرزا ناصر پر جرح ہوتی رہی اور تین دن صدر الدین پر جرح ہوئی۔ جرح کے دوران تمام اراکین اسمبلی کے سامنے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ مرزا غلام احمد مدعی نبوت دجال ہے اور نبی اور مجدد تو کیا ایک شریف آدمی کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔ دوسری قرارداد جو حزب اختلاف کی جانب سے پیش کی گئی تھی اس کی تشریح و توضیح کے لیے دو صد صفحے کی ایک کتاب ایک جدید طرز پر مرتب کی گئی تھی۔ ان ارکان کی جانب سے پیش کی گئی اور ایوان میں سنائی گئی جس سے تمام ممبران اسمبلی کو مرزائیوں کی مذہبی حیثیت اور ان کے سیاسی عزائم سے آگاہی ہوئی اور ان کی آنکھیں کھل گئیں۔

بہر حال مسلمانوں کی کوششیں نیشنل اسمبلی کی سطح پر اور باہر مسلمانوں کی عام سطح پر پُر امن طریقے سے جاری رہیں۔ آخر جناب وزیر اعظم بھٹو صاحب نے، ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء آخری فیصلہ کے اعلان کی تاریخ مقرر کر دی۔ حالات آخر تک مایوس کن تھے، اور توقع نہ تھی کہ مطالبہ کا احترام کیا جائے گا۔ اس لیے کہ تین ماہ کے عرصہ میں تحریک کو کچلنے کی کوئی کسر باقی نہیں رکھی گئی، لیکن واللہ غالب علیٰ أمرہٖ حق تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، قلوب بھی حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، اور زبانیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں، خوف و رجاء کے بہت سے مراحل آتے رہے۔ بالآخر جناب وزیر اعظم بھٹو صاحب نے چھ اور سات کی درمیانی رات کو رات کے بارہ بجے کے بعد مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کر لیا۔ اگلے دن، ۷ ستمبر کو اڑھائی بجے رہبر کمیٹی کا اجلاس ہوا، تمام حاضر اراکین کے اتفاق سے مسلمانوں کا مطالبہ منظور ہو گیا اور آخری اعلان آٹھ

باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اس زمانے میں جہاں اور بہت سے دینی حقائق کا انکار کیا گیا ہے۔ ان میں قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ بھی ہے چنانچہ ایک صاحب نے اس عقیدہ کے بارے میں چند شبہات لکھ کر بھیجے (جن کا جواب اس سلسلہ کے حصہ دوئم میں ملاحظہ سے گزرے گا) ان شبہات کو پڑھ کر دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اس مسئلہ پر اگر گزشتہ صدیوں کے اکابر کی چند تصریحات جمع کر دی جائیں تو یہ امر اہل انصاف کے لیے مزید اطمینان و یقین کا موجب ہوگا، اس لیے حق تعالیٰ شانہ سے نصرت و توفیق اور قبولیت و رضا کی درخواست کے ساتھ اس رسالہ کو شروع کرتا ہوں۔ اور بطور تمہید چند امور اصول موضوع کی حیثیت سے عرض کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱)

دین اسلام ان عقائد و عبادات اور اعمال کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک زمانے سے نقل ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں۔ ان میں سے جو امور تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں ان کا ثبوت قطعی و یقینی ہے اور ایسے امور "ضروریات دین" کہلاتے ہیں

(۲)

دین کے ان "متواترات" میں سے کسی ایک کا انکار پورے دین کے انکار کے مترادف ہے کیونکہ اس لیے کہ پورے دین کے ثبوت کا مدار تواتر پر ہے۔ پس اگر ایک متواتر چیز کو غلط کہا جائے تو اس سے پورے دین کی بنیاد منہدم ہو جاتی ہے۔ اور تواتر کے انکار سے پورے دین کی نفی لازم آتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص قرآن مجید کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے۔ لیکن چند قرائن اور شبہات کی آڑ میں اس کی کسی ایک آیت کا انکار کر دیتا ہے۔ تو اس شخص کو پورے قرآن کا منکر تصور کیا جائے گا۔ اسلئے کہ جس تواتر کے ساتھ باقی قرآن کریم ہم تک پہنچا ہے اسی تواتر کے ساتھ یہ آیت بھی پہنچی ہے۔ اس لئے اس ایک آیت کا انکار، قرآن مجید کے تواتر کا انکار ہے۔ اسی طرح دین اسلام کے وہ تمام حقائق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لیکر آج تک مسلسل اور متواتر نقل ہوتے چلے آئے ہیں ان میں سے کسی ایک کا انکار کر دینے سے پورے دین کا انکار لازم آتا ہے۔

(۳)

کسی دینی حقیقت کو صرف لفظی طور پر مان لینا کافی نہیں۔ بلکہ اس کا جو مفہوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک زمانے سے آج تک تواتر کے ساتھ مراد لیا جا رہا ہے اس مفہوم کو تسلیم کرنا بھی شرط اسلام ہے۔ مثلاً ایک شخص یہ کہے کہ میں قرآن کریم کو مانتا ہوں مگر قرآن سے مراد وہ کتاب نہیں جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ بلکہ اس سے اور کچھ مراد ہے۔ جس کو عام لوگ نہیں سمجھتے۔ تو یہ شخص باوجودیکہ قرآن کریم کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے۔ لیکن ایک بچہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ شخص قرآن کریم کا منکر ہے۔ یا مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میں محمد رسول اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مانتا ہوں۔ مگر "محمد رسول اللہ" سے مراد وہ شخصیت نہیں جو مسلمان سمجھتے ہیں۔ بلکہ قرآن میں جہاں محمد رسول اللہ کا ذکر ہے اس سے مراد فلاں شخص ہے جو فلاں بستی میں پیدا ہوا۔ تو یہ شخص اگرچہ لفظی طور پر "محمد رسول اللہ" کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر ہر شخص سمجھتا ہے کہ قرآن کریم جس شخصیت کو محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیثیت سے پیش کرتا، اور اہل اسلام جس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں یہ شخص اس کا منکر ہے۔

الغرض کسی دینی حقیقت کو ماننے کا دعویٰ اس وقت صحیح ہوگا جب اسے اسی مفہوم و معنیٰ میں مانا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لیکر آج تک معروف و مسلّم چلا آتا ہے اور اگر صرف الفاظ کی حد

تک مان لیا جائے مگر معنی و مفہوم کو بدل دیا جائے تو یہ بھی انکار ہی کی ایک صورت ہے۔ اور اسے اسلام کی اصطلاح میں "زندقہ" کہا جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

ان المخالف للدین الحق ان لم یعترف به ولم یذعن له لا ظاهراً ولا باطناً فهو کافر۔ وان اعترف بلسانه وقلبه علی الکفر فهو المنافق۔ وان اعترف به ظاهراً لکنه یفسر بعض ماثبت من الدین ضرورة بخلاف ما فسره الصحابة والتابعون واجتمعت علیه الامة فهو الزندیق۔

(مسوی شرح موطا ص ۱۳۰ ج ۲ مطبوعہ مجتبائی)

ترجمہ: جو شخص دین حق کا مخالف ہے اگر وہ دین کا قائل ہی نہ ہو، نہ اسے ظاہراً و باطناً قبول کرے تو یہ کھلا "کافر" کہلاتا ہے اور اگر زبان سے تو اقرار کرے لیکن اس کا دل کفر پر جما ہوا ہو تو یہ "منافق" ہے۔ اور اگر بظاہر دین کا اقرار کرے مگر دین کی کوئی ایسی بات جو تواتر سے ثابت ہو۔ اس کی تفسیر صحابہؓ و تابعین اور فقہائے امت کی اجماعی تفسیر کے خلاف کرے تو یہ شخص "زندیق" ہے۔

(۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک کی ساری امت اس بات کی قائل رہی ہے کہ قیامت کے بالکل قریب جب کانا دجال نکلے گا تو اس کو قتل کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ جس طرح قیامت کا آنا قطعی و یقینی ہے۔ اسی طرح قیامت کی علامات کبریٰ میں دجال اکبر کا نکلنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا قطعی و یقینی ہے۔ اور صدر اول سے لیکر آج تک اکابر امت اس عقیدے کو تواتر اور تسلسل کے ساتھ نقل کرتے آئے ہیں۔ اس رسالہ میں اکابر امت کی تصریحات صدی وار نقل کی جا رہی ہیں، انکے مطالعہ کے بعد اس تواتر کے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

(۵)

خبر متواتر سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ اضطراری بدیہی ہے۔ یعنی جو خبر تواتر کی حد تک پہنچ جائے آدمی اس کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور کسی ذی ہوش اور صاحب عقل کے لیے اس کا انکار ممکن نہیں رہتا۔ اگر کوئی شخص اس کو کسی ذاتی غرض کی وجہ سے اسے تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہو تب بھی اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ زبان سے خواہ ہزار بار اس کو جھٹلاتا ہے مگر اس کا ضمیر اندر سے گواہی دے گا کہ میں ایک قطعی و یقینی حقیقت کا انکار کر رہا ہوں۔ روزمرہ مشاہدات میں اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ آدمی کو یہ تو اختیار ہے کہ کسی چیز کی طرف آنکھ اٹھا کر ہی نہ دیکھے لیکن کسی چیز پر نظر ڈالنے کے بعد یہ ممکن نہیں کہ بقائمی بصارت آنکھوں کو اس کے دیکھنے سے باز رکھ سکے۔ یا دیکھنے کے بعد بھی اسکا انکار کر ڈالے۔ ٹھیک اسی طرح یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی خبر کے تواتر کی طرف سر اٹھا کر ہی نہ دیکھے، اور وہ اپنی چشم بصیرت پر جہالت اور لاعلمی کا پردہ ڈال لے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ تواتر کا علم ہو جانے کے باوجود بقائمی عقل و خرد ساری دنیا کو جھوٹا اور ان کی اس متواتر خبر کو غلط فرض کرے۔

ہمارے زمانے میں جن لوگوں نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی خبر کا انکار کیا ہے ان میں اکثریت ان حضرات کی ہے جنہوں نے اپنی لاعلمی کی بنا پر اس تواتر کی طرف نظر اٹھا کر ہی نہیں دیکھا۔ ورنہ اس خبر متواتر کا انکار ممکن نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کو وہ لوگ بھی نہیں جھٹلا سکے جو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے منکر ہیں، چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں۔

"مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی ایک اول درجے کی پیشگوئی ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کر لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن نہیں ہوتی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔" (ازالہ اوہام ص ۵۵۷)

ظاہر ہے کہ جس خبر کو تواتر کا اول درجہ حاصل ہو اور دینی حقائق میں کوئی خبر اس کے ہم پہلو اور ہم وزن نہ ہو اس کے انکار کی جرأت بحالت ایمان اور بقائمی ہوش و حواس کون کر سکتا ہے۔

(۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں امت اسلامیہ کا متواتر اور اجماعی عقیدہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ دوم یہ کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں۔ تیسرے یہ کہ وہ قرب قیامت میں قتل دجال کے لیے نازل ہوں گے۔ پھر ان کی وفات ہوگی۔

یہ تینوں باتیں لازم و ملزوم ہیں اگر وہ آسمان پر اٹھائے گئے تو یقیناً نازل ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم، حدیث نبویؐ اور اکابر امت کی تصریحات میں کہیں بمقتضائے مقام ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور کہیں انکے آخری زمانے میں واپس آنے کی خبر دی گئی۔

ختم نبوت کے چور ڈاکوؤں کا تعاقب نہایت اعلیٰ درجہ کا مقصد ہے

مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے کارکنوں سے مفتی احمد الرحمٰن صاحب کا خطاب

ضبط و ترتیب:۔ عبدالمتین

۲۹ مئی ۱۹۸۲ء ہفتہ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے ناظم نشر و اشاعت مولانا منظور احمد الحسینی کے مکان واقع جامع مسجد عائشہ باوانی جزر شاہ کائی میں مقامی مجلس کی تشکیل کے لئے حضرت مولانا مفتی احمد الرحمان کی زیر صدارت ایک انتخابی اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں مقامی کارکنوں کے علاوہ مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے ناظم اعلیٰ جناب عبد الرحمان یعقوب باوا اور مولانا قاری محمد یونس ہزاروی نے شرکت کی اجلاس سے حضرت مولانا مفتی احمد الرحمان نے جو کارکنوں سے خطاب کیا وہ ہم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد محترم دوستوں بزرگو عزیزو بھائیو! یہ تقریب اسی علاقہ کی مجلس تحفظ ختم نبوت کے عہدیداروں کی تشکیل کے سلسلہ میں منعقد کی گئی ہے۔ یہ تقریب کوئی باقاعدہ جلسہ یا تقریر کے لئے منعقد نہیں ہوئی۔ ویسے بھی ہمیں تقریر کرنی نہیں آتی۔ جہاں تک مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعلق ہے۔ اس کے بارے میں ہمارے حضرت بنوری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس ملک میں سب سے اعلیٰ احسن اور بہتر جماعت یہی ہے۔ کیونکہ یہ ایسی جماعت ہے جس کا تعلق براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے۔ (ویسے تو دوسری جماعتیں بھی ہیں، سیاسی جماعتیں مذہبی جماعتیں بھی ہیں لیکن کوئی جماعت ایسی نہیں ہے کہ جس کا تعلق براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔ اور اس کا مقصد یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت اور آپ کی ختم نبوت کی حفاظت اور ختم نبوت کے چور و ڈاکوؤں کا تعاقب نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا مقصد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور آپ کی رسالت کی ناموس کی حفاظت کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ اس لئے اس جماعت سے تعلق اور اس جماعت کی خدمت اور اس کے لئے سعی محنت اور کوشش جو وقت بھی اس میں گزرے گا ظاہر بات ہے کہ اس سے بہتر اور کوئی وقت نہیں ہو سکتا وہ گھڑیاں اور ساعتیں جو اس جماعت کی خدمت میں لگ جائیں گی تو وہ یقیناً بہترین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کا سبب اور ذریعہ ہوں گی۔ اور تو ہمارے پاس کوئی عمل نہیں اگر ہم سے اخلاص کیا تھوڑا بہت کام یہ ٹوٹی پھوٹی محنت، یہ ہمارے گرے پڑے اعمال، جو اس جماعت کی خدمت کے لئے ہم سے سرزد ہوتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا سبب ہونگے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے اس طرح ہمارا تعلق ہے تو انشاء اللہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی اور اگر شفاعت نصیب ہوگی تو اس سے بڑھ کر دولت اور سعادت کیا ہو سکتی ہے۔ اس لئے میں عرض کروں گا کہ ہمیں چاہیئے

کاروانِ ختمِ نبوت

کہ ہم اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ کام کریں اور جس طرح سے مولانا (منظور الحسینی) نے فرمایا کہ یہ ضرور دیکھیں کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اگر ہم ایک محلہ میں رہتے ہیں اور وہ بھی پسماندہ علاقہ نہایت کسمپرسی کے عالم میں ہے ہمارے وسائل سب بیانپیر مفقود ہیں لیکن اگر اخلاص ہے للّٰہیت ہے تو اللہ کے یہاں قبولیت کا شرف حاصل ہوگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا سبب اور ذریعہ ہوگا۔ اور دوسرے یہ کہ انشاء اللہ کام میں برکت بھی ہوگی۔ کام میں برکت پیدا کرنے والی ذات تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ اگر ہم نے اللہ کی خوشنودی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے کام کیا تو ہمارے کام میں بڑی برکتیں ہونگی اور خیر یہ کہ کراچی تو ایک بین الاقوامی شہر ہے، یہاں جو کام ہوتا ہے اس کا اثر پورے ملک پر پڑتا ہے اور نہایت ہی اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ جو جماعت کراچی کے اندر کام کرنے میں کامیاب ہوگی تو اسکا پورے ملک پر اثر پڑے گا اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ الحمد للہ ہمارے یہ ساتھی جناب عبدالرحمٰن یعقوب باوا صاحب اور مولانا منظور احمد صاحب ان حضرات کے خلوص اور للّٰہیت کا نتیجہ ہے کہ آج اس ملک میں اتنا کام کسی شہر میں نہیں ہو رہا جتنا کہ کراچی کے اندر ہو رہا ہے (اور یہ ان حضرات کے خلوص ومحبت کا نتیجہ ہے) انکو ایک لگن اور فکر ہے اور ظاہری بات ہے کہ جب تک انسان کو کسی کام کی لگن وفکر نہ ہو جنون ودیوانگی نہ ہو جب تک وہ کام نہیں ہوتا۔ شاید حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ کا مقولہ ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ صحابہ کرام کیسے تھے اور ان کا حال کیا تھا تو حضرت حسن بصریؒ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر وہ اس زمانے میں ہوتے اور تم ان کو دیکھتے تو کہتے یہ تو دیوانے ہیں اور جب وہ تم کو دیکھتے تو تمہارے متعلق یہ رائے قائم کرتے یہ تو زندیق بے دین اور منکر ہیں۔ یعنی وہ زمانہ وہ دور جبکہ صحابہ کرامؓ کو دیکھنے والے کثرت سے موجود ہیں (اور یہ زمانہ تو بہت بُعد کا ہے) ان حضرات کے یہاں دین کے علاوہ کسی اور چیز کی فکر نہیں تھی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی، دین کی باتیں، اسی کا چرچا اور اسی کا ذکر۔ اور یہ چیزیں آہستہ آہستہ مفقود ہوتی چلی گئیں اور آخرت کی فکر بھی نہیں رہی دین کی جو فکر ہونی چاہیئے وہ بھی نہیں رہی۔ اس لئے انسان اس دنیا کی فکر اور خدمت میں لگ جائیگے تو (انشاء اللہ) یہ محنت وکوشش رائیگاں نہیں جائیگی اور انشاء اللہ اسکا نتیجہ آپ کو اس دنیا میں بھی ملے گا (اور آخرت میں تو ملے گا ہی) کیونکہ انسان جب اخلاص کے ساتھ عمل کرتا ہے تو اللہ کے یہاں شرف قبولیت دنیا میں بھی حاصل ہوتا ہے اور آخرت کے اندر تو اس کا ثمرہ مل کر رہے گا۔ بہرحال ہمارے اکابر اور جتنے بھی اہل اللہ گزرے ہیں انہوں نے اس جماعت کو سب سے اعلیٰ اور سب سے بہتر جماعت قرار دیا۔ امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سب سے پہلے قادیانی فتنہ کے متعلق فکر پیدا ہوئی جب اس دجال مرزا غلام احمد قادیانی نے متوازی نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت امام العصرؒ کو اس وجہ سے بہت ہی زیادہ پریشانی تھی۔ اور ہمارے حضرت بنوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ چھ مہینے تک مسلسل اسقدر پریشانی تھی کہ (راتوں کو) نیند نہیں آتی تھی کہ کیا ہوگا۔ یہ ایک دجالی فتنہ پیدا ہو گیا ہے اس کی وجہ سے دین کو نقصان پہنچنے کا شدید اندیشہ ہے۔ فرمایا اگرچہ چھ مہینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انکے دل میں القا کیا اور یہ اطمینان حاصل ہوا کہ انشاء اللہ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ جب یہ فتنہ پیدا ہوا ہے تو اس کا تعاقب کرنے والے بھی اللہ پاک پیدا فرمائیں گے۔ اور یہی کام اللہ تعالیٰ نے اس جماعت "مجلس تحفظ ختم نبوت" سے لیا۔ (اور اس اعلیٰ مقصد کی وجہ سے) بڑے بڑے اکابر وبزرگوں نے اس جماعت کے ساتھ تعاون کیا۔ حضرت امام العصرؒ کا تو تھا ہی دوسرے ہمارے اکابر کا بھی تھا میں نے حضرت مولانا لال حسین اختر صاحبؒ (اگرچہ ہماری زیادہ ملاقاتیں ان کے ساتھ نہیں ہوئیں) سے کئی مرتبہ جب بھی ملاقات ہوئی یا دو چار مرتبہ ان کا بیان سنا تو انہوں نے خصوصی طور پر یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا بھی اس جماعت کے ساتھ تعاون رہا اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت کی طرف سے ہمارے لئے باقاعدہ ماہانہ امداد مقرر ہوئی تھی یعنی ہر مہینہ میں روپیہ دو روپے دیتے تھے فرمایا کہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ رقم مقررہ کے علاوہ کبھی کبھی مہینہ میں سو روپے کا منی آرڈر بھی آجایا کرتا تھا۔

اس زمانے کے اندر ایک روپیہ بھی بڑی چیز ہوتی تھی آج کل کے سو روپے سے کم نہیں ہونگے۔ فرمایا کہ ہر مہینہ باقاعدہ منی آرڈر کرتے تھے اور ساتھ ساتھ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے نام کے اظہار کرنے کی ضرورت نہیں ہے یعنی اس طریقے سے ہمارے اکابر نے کام بھی کیا اور تعاون بھی کیا۔ لیکن نہیں چاہتے تھے ہمارا نام ہو بہرحال ہمارے اکابر وبزرگوں کا اس جماعت سے تعلق رہا تعاون رہا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ ایسی جماعت ہے جو اس دجالی فتنہ کا مقابلہ کر رہی ہے اور اللہ نے ان لوگوں کو سبب اور ذریعہ بنایا ہے ختم نبوت کے چور ڈاکوؤں کے تعاقب کے لئے اور اس فتنہ دجال سے امت مسلمہ کو آگاہ کرنے کے لئے۔ اس لئے وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہے اور پاکستان بننے کے بعد جب کہ یہ فتنہ اس ملک میں بہت زیادہ پھیلا۔ اور انہوں (قادیانیوں) نے اپنی سرگرمیاں نہایت زور وشور سے شروع کیں اور باقاعدہ اس ملک

پر قبضہ کرنے کی اور اس کو قادیانی اسٹیٹ بنانے کی کوشش کی (تفصیلات آپ حضرات کو معلوم ہونگی) تو اللہ پاک نے اس جماعت سے کام لیا اور ان کے ناپاک ارادوں اور عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ صوبہ بلوچستان کی آبادی کم ہے اس لئے اس کو آسانی سے قادیانی بنایا جا سکتا ہے۔ اس لئے انہوں نے وہاں کوشش کی۔ لیکن شاید انکو معلوم نہیں تھا کہ بلوچ قوم ایک غیور قوم ہے اور وہاں کے مسلمان نہایت ہی غیرت مند ہیں اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کے غلام (امت) بننے کے لئے تیار نہیں ہیں (اور خاتم النبیین کے بعد کسی دجال کی نبوت برداشت نہیں کر سکتے) اس لئے اللہ پاک نے ان کے نجس عزائم کو ناکام بنا دیا بہر حال تحریکیں چلتی رہیں اور آخری تحریک جو ۱۹۷۴ء میں ہمارے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں چلی اللہ تعالیٰ نے اس تحریک میں بھی ہمیں کامیابی نصیب فرمائی۔ اس ملک میں دو بڑی اور عظیم تحریکیں چلیں ایک ۱۹۷۴ء میں اور دوسری ۱۹۷۷ء میں ایک ختم نبوت کی تحریک تھی اور دوسری نظام اسلام کی یہ دونوں ہمارے اکابر کی قیادت میں چلی ہیں۔ ایک حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اور دوسری حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ کی قیادت میں اللہ نے دونوں کے اندر کامیابی نصیب فرمائی۔ آپ حضرات کو معلوم ہوگا کہ پہلے بھی تحریکیں چلیں جو ہمارے اکابر کی قیادت میں نہیں تھیں جس طرح سے کامیابی ہونی چاہیئے تھی اس طرح سے کامیابی نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابر کو یہ شعار عطا فرمایا تھا کہ ان کو ہر میدان میں کامیاب و کامران فرمایا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک میں قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دے دیئے گئے۔

لیکن اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ قادیانی تو غیر مسلم قرار دیئے جا چکے ہیں اور اب یہ فتنہ دب چکا ہے بلکہ اب تو ہمیں اور زیادہ محنت قربانی اور جذبہ خلوص کے جذبے کے ساتھ کام کرنا ہے کیونکہ ان لوگوں کی سرگرمیاں برابر جاری ہیں (یعنی امت مسلمہ کو گمراہ کر رہے ہیں) اور انکی اشتعال انگیزی کی خبریں آپ حضرات سے پوشیدہ نہیں ہوں گی۔ اور اسلام و ملک کے خلاف سازشیں کرنے والوں کے مقابلہ میں ہمیں نہایت ہمت و استقلال کے ساتھ آگے آنا چاہیئے اور جس طرح بھی ہم سے ہو سکے اس کے لئے محنت اور کوشش کرنی چاہیئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ ہم کراچی کے اندر محنت و لگن سے کام کریں گے تو قادیانیوں کے "غلیظ جراثیم" سے ملک و ملت کی حفاظت ہوگی اور اس فتنہ سے ہمارے معاشرے اور دین و ایمان کی حفاظت ہوگی کیونکہ یہ ملک اسلام کے نام پر بنایا گیا ہے اسکی حفاظت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی و رضا کا سبب ہوگی۔ خدانخواستہ اگر ہم نے یہ محنت نہیں کی اور اس جماعت کے ساتھ تعاون نہیں کیا یا اس کام میں غفلت، سستی اور لاپرواہی برتی تو اسکا نتیجہ نہایت ہی خطرناک نکل سکتا ہے۔ کہ قادیانی اس ملک کو اپنا اسٹیٹ بنالیں اور ان کو کوئی روکنے والا نہ ہو۔

اللہ پاک ہم سب کو اس جماعت کے ساتھ (ہر قسم کے) تعاون کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ہم دنیوی کاموں کے لئے اپنا سارا وقت خرچ کر دیتے ہیں اگر ہم صرف ایک گھنٹہ "ختم نبوت" کے لئے وقف کر دیں تو کوئی بوجھ معلوم نہ ہوگا اور دوسرے کاموں میں بھی خلل نہ آئے گا۔ اور اس طرح یہ کام بھی احسن طریقہ پر ہوگا۔ ایک مرض ہمارے اندر یہ ہے کہ عام طور سے ہم میں یہ ہوتا ہے کہ وقتی طور پر تو کام کریں گے رات دن لگے رہیں گے لیکن مسلسل دائمی طور سے کام نہیں کرتے۔ دائمی کام جس میں دوام ہو اس میں برکت ہوتی ہے اگرچہ وہ تھوڑا ہو حدیث میں بھی آتا ہے کہ انسان کوئی کام کرے اگرچہ وہ تھوڑا ہو مگر دائمی ہو اور ہمیشگی ہو دوام ہو تو ایسے کام میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ اس لئے چاہے تھوڑا وقت دیں لیکن مستقل طور پر دیں۔

یہ حضرات آپ کے بزرگ ہیں اس جماعت کراچی کے ناظم اعلیٰ جناب عبدالرحمن یعقوب باوا صاحب اور مولانا منظور احمد الحسینی صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں یہ اس جماعت کے اہم ستون ہیں ان حضرات کے مشوروں کے مطابق آپ حضرات کام کریں گے تو انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ اس سے اچھے نتائج نکلیں گے اللہ پاک ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اس جماعت کے ساتھ مرتے دم تک ہمارا تعلق قائم رکھے۔

و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے دعا فرمائی اور بعد دعا کارکنان حضرات کے مشورے سے "مجلس تحفظ ختم نبوت" (حلقہ ...... کراچی نمبر ۲) کے عہدیداروں کی تشکیل کیلئے مندرجہ ذیل ناموں کا انتخاب ہوا۔

(۱) امیر :- مولانا قاری محمد یونس صاحب (خطیب جامع مسجد گلشن کالاپل)

(۲) نائب امیر :- رحمان گل صاحب۔

(۳) ناظم :- جمیل احمد صاحب۔ (بی کام)

(۴) خزانچی :- محمد انور صاحب۔

باقی صفحہ ۹ پر

ختم

اطاعت رسول ﷺ

قسط نمبر ۴

تعلق مع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کا تقاضہ

علی اصغر چشتی صابری ایم۔اے۔ایل ایل۔بی

اگر نظر غائر سے دیکھیں۔ تو ایک تجربہ کار شخص کا قول خود ایسی محکم دلیل ہوتی ہے۔ جو اپنے اندر ہزار دلائل کا وزن رکھتی ہے۔ آج بھی ہم جب دلائل کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ تو بالآخر یورپ کے فلاسفرز کی تھیوریز کا سہارا لیتے ہیں۔ اور وہی ہماری آخری حد ہوتی ہے۔ بلکہ اکثر یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کے نام کا حوالہ دیدیا۔ اور دلائل سے بے نیازی ہو گئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اسکی وجہ کیا ہے؟ کیا ان تھیوریز (THEORIES) میں ایسی خصوصیات ہیں۔ جن کی بنا پر انہیں بے دلیل تسلیم کیا جانا ضروری ہو جاتا ہے۔ کیا ان کے پیش کرنے والے ایسے ہیں۔ جن سے دلائل کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا؟ غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں صرف یہ نظر آتا ہے۔ کہ اس کی تہہ میں یہ علم یقین پہلے حاصل ہوتا ہے کہ یہ تھیوریز ان فلاسفرز کے نزدیک چونکہ اپنے دلائل سے ثابت شدہ ہیں۔ لہٰذا ان دلائل کا تلاش کرنا اور پھر دہرانا محض مسافت کو طول دینا ہے اور کچھ نہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے علوم اپنی جگہ ایسے دلائل سے ثابت شدہ ہوتے ہیں۔ جہاں باطل کو کہیں سے راہ نہیں ملتی۔ بلکہ وہ علم یقین کے اس حد پر پہنچ جاتے ہیں۔ جس کے بعد ان کا لقب "برہان محکم" ہو جاتا ہے چنانچہ قرآن کہتا ہے۔ یٰایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا۔

یعنی اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک سند پہنچ چکی ہے۔ اور ہم نے تم پر واضح روشنی اتاری۔ اب ہم علی الاعلان یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے علوم ان کے اعتماد پر تسلیم کر لینا اندھی تقلید نہیں۔ بلکہ برہان محکم اور تجربہ بینہ کی تقلید ہے۔ اگر حقیقت کو دیکھا جائے۔ تو ایمان کی قیمت کی ادائیگی بندہ کے لئے یہی ہے۔ کہ وہ اپنے نفس کی خواہشات کو بالکل ترک کر دے۔ اپنی تمام لن ترانیاں ختم کر دے۔ اور اطاعت و انقیاد ہی کا راستہ اختیار کرے۔ میرے نزدیک ایک بندے کی سب سے بڑی اور زبردست قربانی یہی ہے۔ جسے وہ اپنے کمزور اور ناتواں ہاتھوں سے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے۔ انسان کی بے صبر فطرت اپنی جیسی مخلوق کو ایسے مقام پر کبھی دیکھنا گوارا نہیں کرتی۔ جہاں بے چون و چرا اور بے دلیل سرنگوں ہو جانا تمام انسانوں کے لئے سب سے بڑا فریضہ ہو جائے۔ وہ خداوند تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اور اسی کی اطاعت اپنا فرض تصور کر سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مشرکین عرب میں تمام جہالتوں کے باوجود ایک ایسی جماعت موجود تھی۔ جو توحید کا انکار نہیں کرتی تھی۔ قرآن مجید کی کئی آیات سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے۔ کہ جب بھی انہیں توحید کی دعوت دی جاتی۔ تو وہ غور کرنے لگتے انکار نہیں کرتے تھے۔ یہ اس لئے کہ اس دعوت سے انہیں انکار نہ تھا۔ البتہ مسلمانوں کی آواز و پکار پر ان کا ہم آہنگ ہو جانا ان کے خیال کے مطابق اپنی بڑائی کے خلاف تھا۔

"اسجدوا لآدم" کا فلسفہ

آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ابلیس (علیہ اللعنۃ والخذلان) اللہ تعالیٰ کی عبادت سے کبھی منکر نہیں ہوا۔ لیکن جب مشیت خداوندی نے اس کے دعویٰ اطاعت و انقیاد کا امتحان لیا۔ تو بجائے اپنی عبادت کے ایک مشت خاک کے سامنے سر

جھکانے کا حکم فرمایا۔ یہ ہم میں سے ہر ایک جانتا ہے۔ کہ سر جھکا دینا کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن مشکل یہ تھی۔ کہ ایک کمزور و ناتواں ہستی کے سامنے سر جھکا دینا جو مخلوق ہونے میں اسکی برابر کی شریک ہو۔ اس کی آواز فطرت کے برخلاف تھا اور بظاہر ایک بے دلیل بات تھی۔ وہ صبر نہ کر سکا۔ اور "انا خیرٌ من خلقتنی من نار وخلقتہٗ من طین"...... کا نعرہ لگا بیٹھا۔ دلائل کی پیروی کا نتیجہ جو ہو سکتا تھا۔ ہو گیا۔ اس کا خفیہ کبر و پوشیدہ نخوت اور طبعی انحراف پھوٹا۔ بالآخر تسلیم و رضا کی اس منزل میں چل کر اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ جہاں صرف اطاعت وانقیاد ہی کی فضا قائم رہتی ہے۔ اور چون و چرا کا میدان تنگ ہو جاتا ہے۔ صبر و شکر کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔

سینہ اس کا ہے دل اس کا ہے جگر اس کا ہے
تیر بیداد جدھر رخ کرے گھر اس کا ہے

طبعی انحراف کی خصوصیت یہ ہے۔ کہ یہ تلاش حق کی توفیق سلب کر دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد ہوا نفس کے سامنے دلائل و براہین کی دال نہیں گلتی۔ آنکھیں اپنی ذات تک محدود ہو جاتی ہیں۔ اطراف و جوانب کے حالات و واقعات سے وہ بے خبر ہو جاتا ہے۔ اس بے شعوری کے عالم میں جو فیصلہ اپنے خیال میں آ جاتا ہے۔ وہ آخری اور حتمی (Absolute) فیصلہ نظر آنے لگتا ہے۔

یہ ابلیس کی کوتاہ بینی تھی۔ کہ اس نے صرف عنصر آتش کی شرافت کو مد نظر رکھا۔ یہ نہ سوچا کہ عنصر خاک تو ضعیف ہی سہی۔ پھر بھی یہ ممکن ہے۔ کہ اس میں کوئی ایسی جہت پیدا ہو جائے۔ جو اسے اس برتر عنصر سے افضل بنا دے۔ اگر وہ صرف انسان کی صورت کا مطالعہ کر لیتا تو اپنے مادہ کی شرافت بھول جاتا۔ عنصر آتش کتنی ہی اشرف کیوں نہ ہو۔ یہاں حرف "کن" کا نتیجہ تھی اس کے مقابلہ میں عنصر خاک کے نقش و نگار نقاشِ ازل کے دست قدرت کا بلا واسطہ کمال تھا۔ چنانچہ فرمایا۔

یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدیّ استکبرت ام کنت من العالین۔ اے ابلیس تجھے کس چیز نے اس کو سجدہ کرنے سے روکا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا تھا۔ تو نے غرور کیا۔ یا درجے کے لحاظ سے بڑا تھا۔

کامیابی اطاعت وانقیاد پر موقوف

تمام نسل انسانی کو پہلے ہی سے یہ سبق دے دیا گیا تھا۔ کہ اسے بھی اپنی اطاعت کا امتحان دینا ہوگا۔ اور کامیاب شخص وہی قرار پائے گا۔ جو خداوند قدوس کی رضا جوئی میں اس کے رسولوں کے لئے بھی اسی جذبۂ اطاعت سے سرشار ہو۔ جو خود اس کے لئے اس کے دل میں موجزن ہو سکتا ہے۔ میرے خیال سے اب اس بات کی وضاحت ہو گئی۔ کہ رسولوں کی باتوں کو بے دلیل یقین کر لینا کیوں۔ رکن ایمان قرار دیا گیا ہے۔ بات بڑی لمبی ہو گئی۔ بظاہر موضوع سے ہٹا ہوا نظر آتا ہوں۔ لیکن اطاعت کے ضمن میں مندرجہ بالا کلمات کا بیان میرے نزدیک ناگزیر تھا۔

جاری ہے

سراج الاتقیاء حضرت مولانا سراج احمد صاحب۔ سجادہ نشین خانقاہ قادریہ راشدیہ دین پور کی طرف سے مبارک باد کا پیغام

ختم نبوت — اتحاد امت کا نقیب ہوگا۔

خانقاہ عالیہ قادریہ راشدیہ دین پور شریف کے سجادہ نشین جامع شریعت و طریقت حضرت اقدس مولانا سراج احمد صاحب دین پوری دامت برکاتہم نے "ہفت روزہ ختم نبوت" کراچی کے اجراء پر مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے راہنماؤں مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی، حاجی لال حسین صاحب، جناب عبد الرحمٰن یعقوب باوا صاحب کی مساعی کو سراہتے ہوئے مبارکباد کا پیغام دیا ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ کہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ مجلس اپنی مساعی کو اپنی شاندار روایات کے مطابق جاری رکھے گا۔ اور "ہفت روزہ ختم نبوت" مرزائیوں کے مذہبی اور سیاسی احتساب کو مد نظر رکھتے ہوئے اتحاد امت کا نقیب ثابت ہوگا۔ "حضرت" نے اپنے مریدین کو حکم فرمایا کہ اس پرچہ کے زیادہ سے زیادہ خریدار مہیا کر کے کامیابی سے ہمکنار کیا جائے۔

بقلم محمد اسماعیل شجاع آبادی
خادم مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان بہاولپور۔

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی رجسٹرڈ ایس نمبر ۳۳۱۷

ایک خبر

جماعت احمدیہ کے نئے خلیفہ کے انتخاب کے موقع پر ربوہ میں ہنگامہ آرائی

خلافت کے ایک امیدوار مرزا رفیع احمد کو اغوا کرنے کی کوشش ۔ جماعت سخت انتشار کا شکار ہو گئی ۔

فیصل آباد ۱۰ جون (صفدر بخاری نمائندہ نوائے وقت) جماعت احمدیہ ربوہ نئے خلیفہ کے انتخاب کے موقعہ پر انتشار کا شکار ہو گئی چنانچہ آج ربوہ میں نئے خلیفہ کے انتخاب کے بارے میں حتمی اعلان سے قبل مسجد مبارک کے باہر زبردست ہنگامہ آرائی ہوئی اور دو گروپوں میں نصف گھنٹہ تک ہاتھا پائی ہوتی رہی۔ خلافت کے ایک امیدوار مرزا رفیع احمد تو مجلس مشاورت کے اجلاس سے واک آؤٹ کر کے باہر آ گئے تھے۔ ایک کار میں ڈال کر اغوا کرنے کی کوشش کی گئی۔ نئے خلیفہ کے انتخاب کے لئے جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت کا اجلاس آج دوپہر ڈیڑھ بجے کے قریب ربوہ مسجد مبارک میں شروع ہوا۔ اجلاس شروع ہوتے ہی مسجد کی بیرونی دیوار کے تمام دروازے مقفل کر دیئے گئے۔ اور کسی کو ان دروازوں کے قریب نہیں جانے دیا گیا۔ اس عرصہ میں جماعت کے ہزاروں ارکان باہر کھڑے انتخاب کے اعلان کا انتظار کرتے رہے ڈھائی بجے کے قریب مرزا رفیع احمد مجلس مشاورت کے اجلاس سے واک آؤٹ کر کے باہر آئے اور اپنے حامیوں کو لے کر چوک میں جمع ہو گئے۔ انہوں نے ایک بس کی پچھلی سیڑھی پر کھڑے ہو کر چوک میں مختصر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ان لوگوں نے خلافت کے اصولوں کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ اور انہیں انتخاب خلافت سے خارج کر دیا ہے۔ جو سراسر ناانصافی ہے۔ مرزا رفیع احمد نے کہا کہ میں جان دے دوں گا۔ آپ میری جان لے لیں اس پر مرزا طاہر احمد کے حامی بھی وہاں جمع ہو گئے۔ اور انہوں نے مرزا رفیع کو بس سے اتار لیا۔ اس پر ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی۔ چوک میں دونوں گروپوں کے حامیوں میں تقریباً نصف گھنٹہ تک ہاتھا پائی ہوتی رہی۔ اس عرصہ میں مرزا رفیع احمد

نوائے وقت ۱۱ جون ۱۹۸۲ء صفحہ ۱

کو ایک کار نمبر اے جے کے ۳۰۰ میں زبردستی بٹھانے کی کوشش کی گئی مگر ان کے حامیوں نے یہ کوشش ناکام بنا دی جس کے بعد مخالف گروپ کے ارکان مرزا رفیع احمد اور ان کے حامیوں کو انکے گھر کی طرف جانے والی سڑک پر دھکیلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور یہ سڑک بند کر دی گئی۔ تاکہ کوئی بھی شخص مرزا رفیع احمد کے پاس نہ پہنچ سکے اس واقعہ کے بعد مرزا رفیع احمد اپنے گھر چلے گئے۔ سوا تین بجے مسجد سے لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کیا گیا کہ مجلس مشاورت نے متفقہ طور پر مرزا طاہر احمد کو جماعت احمدیہ کا چوتھا خلیفہ منتخب کیا ہے جس کے بعد مرزا طاہر احمد نے اپنی تقریر میں کہا کہ وہ بہت گنہگار ہیں تاہم جماعت نے ان کے کاندھوں پر جو ذمہ داریاں ڈالی ہیں وہ انہیں نبھانے کی کوشش کریں گے۔ پانچ بجے کے بعد مرزا ناصر احمد کی تدفین کی رسومات ادا کی گئیں۔ جن میں سابق وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خاں ایم ایم احمد اور جماعت کے دیگر لیڈر بھی شریک ہوئے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گذشتہ روز بھی ایک گروپ نے یہ نعرے لگائے تھے کہ خلیفہ ایک مخصوص کنبہ کے بجائے ان میں سے منتخب کیا جائے۔ اس طرح اب جماعت احمدیہ تین گروپوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ جن میں ایک مرزا طاہر احمد اور دوسرا مرزا رفیع احمد کا حامی ہے۔ جب کہ تیسرا گروپ خلیفہ کا انتخاب جماعت کے عام ارکان میں سے چاہتا ہے۔

دریں اثنا مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد نے وضاحت کی ہے کہ پروفیسر صوفی بشارت رحمان اور پروفیسر حبیب اللہ کو جو فلیں کار پرداز ان انجمن احمدیہ کے صدر اور سیکرٹری ہیں۔ قادیانیت سے خارج کر کے اور ملازمت سے برطرف کر کے سزا کے طور پر ان کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا ہے۔ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا ہے۔ البتہ قصر خلافت کے ایک انتہائی قریبی اور فعال قادیانی نے اسلام قبول کیا ہے۔ جس کا نام مناسب وقت پر ظاہر کیا جائے گا ۔